یا اللہ مدد | حیات النبی زندہ باد | شان رسالت زندہ باد | اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شان صحابہ زندہ باد | مقام امام اعظم ابو حنیفہ زندہ باد | حق چار یار

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

بفیضان
مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہ
حضرت مولانا **قاضی مظہر حسین** نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد
محدث عرب و عجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ
شیخ الحدیث حضرت مولانا
محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید: سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ — خلیفہ مجاز: امام الموحدین رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ

مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ	فخر اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ	امین ملت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبان مسلک احناف، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ	ترجمان مسلک دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیل صحابہ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ	جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیل صحابہ حضرت مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست
پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا **حبیب الرحمٰن سومرو** صاحب مدظلہ

نگران
وکیل احناف مناظر اسلام حضرت مولانا **مفتی محمد انور اوکاڑوی** صاحب مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا جمیل الرحمٰن عباسی
0301-7790908

مدیر مسئول
مولانا احسن خدامی
0320 4902150

مدیر
حمزہ احسانی
0307-5687800

فی شمارہ: 25......زرسالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

مودودی اور شیعہ سے اتحاد کے نقصانات پر مولانا فضل الرحمٰن سے گفتگو

لرحمٰن صاحب نے کہا میں اُنہی سے (قاضی حسین احمد صاحب) لے لوں گا، لیکن اس حوالے کے متعلق اپنی رائے ظاہر نہ کی، بلکہ حضرت رحمہ اللہ کی ہر بات کی تائید اور تصدیق ہی کرتے رہے اور کہا کہ یہ مجاہدہ آپ ہی کی ہمت ہے، گویا آپ سب کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرنے کا حق پورا فرما رہے ہیں۔[حسین یادیں:۱۲۷]

مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

حضرت سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت عاصم بن ثابت بن ابی اقلحؓ جلیل القدر صحابی تھے، حضرت عمر بن خطابؓ کا ان سے سسرالی رشتہ تھا، آپ حضرت عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے، غزوہ بدر میں انہوں نے عقبہ بن ابی معیط کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، اسی طرح مسافع بن طلحہ اور اس کے بھائی کلاب کو اپنے تیراندازی کے جوہر سے جہنم رسید کر دیا تھا، مسافع اور کلاب کی ماں سلاقہ نے نذر مانی تھی کہ اگر میں حضرت عاصم بن ثابت پر قابو پا لوں تو اس کے سر میں شراب پیوں گی، اور سلاقہ نے عاصم بن ثابتؓ کا سر کاٹ کر لانے والے کے لیے ایک سو اونٹ انعام دینے کا بھی اعلان کر رکھا تھا، انعام کے لالچ میں سفیان بن خالد ہذیلی منافقانہ انداز میں مدینہ منورہ آیا اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ چند آدمی ہمارے قبیلوں کی تعلیم کے لیے روانہ فرما دیں، آنحضرت ﷺ نے دس آدمی روانہ فرمائے اور حضرت عاصمؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا، سفیان پہلے چلا گیا اور رجیع کے مقام پر اس نے ایک سو تیرانداز مشرکین (جو قبیلہ ھذیل کے خاندان بنولحیان سے تعلق رکھتے تھے) کے ہمراہ اس وفد کا گھراؤ کر لیا اور مقابلہ تک نوبت پہنچی، چنانچہ حضرت خبیبؓ اور حضرت زید بن دثنہ گرفتار ہوئے اور باقی حضرات حضرت عاصمؓ سمیت شہید ہو گئے۔

[اسد الغابہ: ۱۳۶/۲، وغیرہ]

رجیع کے مقام پر جب کافروں نے ان پاکیزہ ہستیوں کا گھراؤ کر لیا تو یہ حضرات ایک پہاڑی پر چڑھ گئے، کافروں نے کہا تم اتر آؤ ہم ضمانت دیتے ہیں کہ تم میں سے کسی ایک کو بھی قتل نہیں کیا جائیگا، حضرت عاصمؓ نے فرمایا أما أنا! فلا أنزل فی ذمة کافر، اللهم فأخبر عنا رسولك. یعنی میں کسی کافر کی ضمانت پر نیچے نہیں اتر سکتا، یا اللہ ہمارے حالات سے اپنے رسول کو مطلع فرما دیجئے۔ حضرت عاصمؓ کی شہادت کے بعد قریش نے اپنے آدمی حضرت عاصمؓ کا سر کاٹ کر لانے کے لئے بھیجے فبعث الله مثل الظلة من الوبر فحمته من رسلهم، اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک غول بھیج دیا اور مکھیوں نے کافروں کے ہاتھوں سے حضرت عاصمؓ کی حفاظت کی، کافروں نے کہا رات کو مکھیاں چلی جائیں گی اس وقت آ کر انکا سر کاٹ لیں گے، جب رات چھائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرما دیا کہ بعث الله عزوجل مطر اجاء بسیل فحمله فلم یوجد "رات کے وقت اللہ تعالیٰ نے بارش کے پانی کا سیلاب رواں بھیج دیا، وہ حضرت عاصمؓ کو

کافروں کی دسترس سے بچالے گیا۔''[الاستیعاب:۳۹۳]

حضرت عاصمؓ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا ان لا یمس مشرکا و لا یمسه مشرك (نہ وہ کسی مشرک کو چھوئیں گے نہ انہیں کوئی مشرک ہاتھ لگائے گا) اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں اور بارش کے ذریعہ ان کے عہد کی تکمیل فرمادی۔[الاصابہ:۹۶۹/۲]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے حضرت عاصمؓ کی جنگی مہارت کا واقعہ نقل کیا ہے کہ لیلة العقبه یا بدر کی رات آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کیف تقاتلون تم جنگ کس طرح کروگے؟ اس موقع پر حضرت عاصمؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جب مخالف قوم دوسو ہاتھ کے فاصلہ پر ہوگی تو تیر اندازی سے ہم لڑیں گے، جب دشمن قریب ہوجائیں گے اور نیزوں کی زد میں ہوں گے تو نیزہ بازی ہوگی اور جب دشمن اس سے بھی زیادہ قریب ہوگا تو شمشیر زنی ہوگی اور تلوار کے ذریعہ دوبدو جنگ کریں گے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا هكذا نزلت الحرب من قاتل فليقاتل كما يقاتل عاصم. (جنگ کا طریقہ یونہی ہے، جو قتال کرنا چاہے عاصم کے طرز پر لڑے۔)[الاصابہ:۹۶۸/۲]

واقعہ رجیع کا آنحضرت ﷺ پر بہت اثر ہوا اور آپ ﷺ اپنے لاڈلے صحابہؓ کی مظلومانہ شہادت سے بے حد غمگین تھے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھ کر قبیلہ رعل، ذکوان اور بنولحیان پر لعنت فرماتے رہے۔[الاستیعاب:۳۹۳]

آنحضرت ﷺ نے صرف اسی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ سفیان بن خالد ھذلی کو اس کی خباثت کا مزا چکھانے کے لیے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو متعین فرمایا، حضرت عبداللہؓ نے ایک روز موقع پاکر سفیان کو قتل کر کے اس کا سر کاٹا اور آنحضرت ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا، آنحضرت ﷺ حضرت عبداللہؓ کے اس کارنامہ سے بہت خوش ہوئے، انہیں جنت کی خوش خبری سنائی اور ایک عصا مبارک دے کر فرمایا: ''اس عصا کو ساتھ لیکر بہشت میں داخل ہوجانا'' حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے ۵۴/ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، ان کی وصیت کے مطابق عصا مبارک کو ان کی قبر میں ساتھ دفن کردیا گیا۔

[زادالمعاد بحوالہ کاروان جنت:۱۲۴]

☆......☆......☆......☆

محمد عبدالجبار چترالی خادم جامعہ اسلامیہ لوسا کا زامبیا

شرک وبدعات کے تین بڑے اسباب

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب زید مجدہ نے آج ہمارے ہاں مکینی مسجد لوسا کا زامبیا میں تراویح کے بعد سورہ نوح آیت نمبر ۲۳/ وقالوا لا تذرن الهتکم و لا تذرن ودا و لا سواعا و لا یغوث وعوق و نسرا.کی تفسیر اور تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

شرک وبدعت کی بنیادی وجوہات اور اسباب تین ہیں:

(۱)......تصویر سازی: حضرت نے فرمایا کہ تصویر سازی سے دو خرابیاں پھیلتی ہیں :ایک: اکابر پرستی اور شرک۔اور دوسری: فحاشی اور عریانی۔حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ: تصویر اور تصویر سازی کی تمام اقسام (مورتیاں،مجسمے،ویڈیوز،ڈیجیٹل اور غیر ڈیجیٹل) شرعاً حرام ہیں۔

(۲)......القابات میں غلو اور مبالغہ: آج کے دور کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ (جس سے اکابر پرستی اور شرک کے دروازے کھلتے ہیں) علمائے کرام مشائخِ عظام اور اکابرین امت کے القابات میں حد درجہ غلو کرنا ہے۔نام کے سابقے اور لاحقے ملا کر دو سطر ہو جاتے ہیں۔۔شرعاً یہ عمل بالکل ممدوح نہیں ہے اور امت میں اس کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔

(۳)......مساجد اور مدارس میں قبریں بنانا: شرک اور بدعات کی ایک بڑی وجہ حضرت نے اس کو قرار دیا کہ ہم نے علماء اور مشائخ کی تدفین عام قبرستان (گورغریباں) میں کرنے کی بجائے مسجد یا مدرسہ کے احاطے میں کرنا شروع کیا ہے اور یہ بہت خطرہ کی بات ہے۔۔حضرت نے بہت نرم انداز اور لہجہ میں لوگوں کو سمجھایا اور فرمایا کہ یہ دیوبندیت ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ بریلویت (بدعات) کی طرف پہلا قدم ہے۔

حضرت کی دو تین مجالس میں شرکت کا موقع ملا ایسا لگتا ہے کہ حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ ''شرک و بدعات اور رسومات'' کے خلاف تقریبا دو مہینے ایک زبردست تبلیغی اور اصلاحی سفر پر ہے۔۔مدارس، خانقاہیں اور تبلیغی مراکز میں جو غیر شرعی رسوم ورواج پھیل رہے ہیں حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ اس سفر میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر کتاب وسنت کی روشنی میں ان رسوم ورواج کی خوب تردید فرما رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت والا کی مدد فرمائیں اور ہم تمام مسلمانوں کو اور خصوصاً اہل زامبیا اور افریقہ کو حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ سے خوب استفادہ کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر مکرم جناب مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اپنی شفقت سے بندہ کو اپنی کتاب ''برصغیر میں معتمد اور غیر معتمد تفاسیر'' عنایت فرمائی۔ بندہ نے اس کے معتد بہ حصہ کا مطالعہ کیا، اور الحمدللہ مفید پایا۔ مغربی فلسفے کے زیر اثر ہمارے برصغیر میں کچھ ایسے اہل قلم پیدا ہوئے جنہوں نے مغربی اَفکار کو حق محض مان کر قرآن وحدیث کو ان پر منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اور اس کے نتیجے میں قرآن وسنت کا جو مطلب امت صدیوں سے سمجھتی آئی ہے اس پر تنقید کرتے ہوئے بعض مرتبہ مضحکہ خیز حد تک قرآن کریم کے معنی میں تحریف کے مرتکب ہوئے۔ آپ نے ان تفاسیر اور ان کے مصنفین کا جائزہ لے کر اور ان کی غلطیوں کی نشاندہی کر کے ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔

اس کتاب میں آپ نے ان غیر مستند تفاسیر پر جو گرفت کی ہے، اکثر مقامات پر وہ مضبوط اور مدلل ہے۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ کاوش دلوں سے غلط فہمیوں اور شکوک کے کانٹے نکالنے میں مفید ثابت ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی اِس کاوش کو نافع اور مقبول بنائیں۔ اور یہ آپ کے لیے ذخیرہ آخرت ثابت ہو۔ آمین

والسلام...... بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ......۱۶-۴-۳۸ھ

مولانا مفتی شعیب احمد

المجالس الحسنہ

مجالس: مولانا مفتی محمد حسن مدظلہم [خلیفہ مجاز: حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ]

جامعہ مدنیہ جدید میں حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے خادمِ خاص حضرت بھائی رضوان نفیس صاحب دامت برکاتہم اور بھائی سید رضا علی صاحب مدظلہم کے ہمراہ حضرت اقدس استاد جی دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت بابرکت میں حاضری ہوئی۔ حضرت استاد جی مسجد میں سبق کے بعد تشریف فرما تھے۔ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد غالباً حضرت کی ان حضرات سے یہ پہلی ملاقات تھی اس لیے مجلس کا اکثر حصہ اسی ذکر خیر سے معمور رہا۔ اس نسبت فرمایا:

''میرے عزیز! فراق کا سلسلہ بھی اللہ نے ازدیادِ محبت کے لیے رکھا ہے وصال کی لذت بھی فراق کی وجہ سے ہے، پریشانی کے بعد راحت کی لذت بڑھ جاتی ہے۔

آپ ﷺ کے فراق سے بڑھ کر کون سا صدمہ ہو سکتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا ہوا! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنبھالا ہے اور رسول ﷺ کی شان اور کام میں ذرے کا فرق نہیں آنے دیا فرمایا: ابوبکر زندہ ہوں اور دین میں کمی آجائے! (یہ کیسے ہو سکتا ہے!)''

پھر فرمایا:......ہم نے تو گردانیں پڑھی ہیں آپ حضرات نے (حضرت اقدس شاہ صاحب رحمہ اللہ کے فیض کی) مٹھائی کھائی ہے۔ اپنے بھائیوں نے تو سمندر پیا ہے۔ مجھے تو جو ٹوٹی پھوٹی باتیں آتی ہیں بیان کرتا ہوں۔ اللہ نے اپنے بھائیوں کو تو بہت عطا فرما رکھا ہے اللہ اس کے صدقے مجھے بھی نصیب فرمائیں۔

پھر فرمایا:......حضرت (شاہ صاحب رحمہ اللہ) کی برکات یاد کر کے مایوس نہیں ہونا، آگے تازہ کرنا ہے، حضرت کی خدمت کا فیض اور نور پھیلانے کی کوشش فرمائیں۔ حضرت کی خدمت میں جو ملا ہے اسے آگے پہنچایا جائے۔

پھر فرمایا:......خانقاہ دیواروں کا نام نہیں ہے، اللہ والوں کا ہر قدم خانقاہ ہے، جہاں بیٹھ گئے وہی

خانقاہ ہے یہ کام مکان کے ساتھ خاص نہیں، خانقاہ وہی ہے جہاں اللہ اللہ ہے، چل رہے ہیں بس میں بیٹھے ہیں جس حال میں بھی ہیں۔

بعض بزرگوں کی خانقاہیں چلتی پھرتی ہوتی ہیں، حضرت اقدس شیخ العرب والعجم (مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ) جن کا اتنا بلند مقام کہ حضرت اقدس لاہوری رحمہ اللہ نے متعدد مرتبہ حرم میں یہ مراقبہ کیا کہ اس وقت کے آئے ہوئے اولیاء اللہ میں سے سب سے بڑا ولی کون ہے تو حضرت مدنی رحمہ اللہ کا نام آیا۔حضرت شیخ العرب والعجم رحمہ اللہ کی کوئی خانقاہ نہیں تھی، چلتی پھرتی خانقاہ تھے اسی طرح حضرت شاہ صاحب بھی جہاں تشریف لے جاتے خوشبو پھیل جاتی۔

حضرت شاہ صاحب کی اداؤں کو یاد کر کے آگے عمل کے لیے پھیلایا جائے، حضرت اقدس شاہ صاحب کی شان یہ تھی کہ ہر آنے والے کے لیے اس کے مناسبِ حال بات فرما دیتے لوگ پلے باندھ کر لے جاتے۔ بزرگوں کے جملے سادہ سادہ مگر دل کی کایا پلٹ دیتے ہیں۔ بلکہ صرف مجلس میں بیٹھنے سے ہی اثر ہو جاتا ہے، بولنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر بولنے پر ہی فائدہ موقوف ہوتا تو بہرے فیض کیسے اٹھاتے، وہ تو مجلس ہی کی برکت ہے۔

پھر فرمایا:......اکابرین کی شروع کی زندگی قربانی سے بھری ہوتی ہے اللہ اس کی برکت کی تھوڑی سی جھلک آخری عمر میں دکھا دیتے ہیں، اصل صلہ تو اگلے جہان میں ہے۔

بھائی رضوان صاحب (مد ظلہم) نے عرض کیا: حضرت شاہ جی فرماتے تھے:

''شروع کے زمانے میں میرے پاس ایک لوٹا ہوتا تھا اور کچھ سامان، اور دور دراز کے سفر بسوں پر کرتا تھا اور نمازوں کو بروقت ادا کرنے کی وجہ سے ٹکٹ وہاں تک کا لیتا جہاں نماز کا وقت ہونا ہو۔ اس طرح دو دو تین تین سواریاں بدلنی پڑتی تھیں۔ اب بوڑھا ہو گیا ہوں تو ایک ساتھی کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ میں اکیلا ہی چلا جاؤں۔''

مکتوب حنفی بنام مولانا محمد الیاس گھمن

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی بخشش فرمائیں اور اپنی رضا کے مطابق یہ فانی زندگی شریعت وسنت کے مطابق گزارنے کی توفیق نصیب کریں اور اگر کوئی عمل شرک و بدعت کا ہم سے ہوجائے تو موت سے پہلے پہلے خالص پکی توبہ کرنے کی سعادت نصیب کریں۔ اور ساری زندگی شریعت اور سنت کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

بندہ نے (آپ کی قائم کردہ) خانقاہ حنفیہ کے شب وروز اپنے ''سفرنامہ سندھ پنجاب'' میں تحریر کیے ہیں۔ سفرنامہ کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی ارسال خدمت ہے۔

یہ عریضہ آپ کو صرف ایک پیر بھائی ہونے کی نیت سے اس وقت ارسال کرنے کا اچانک دِل میں خیال آیا۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اور آپ کو حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مخدوم پوری رحمہ اللہ سے عقیدت اور بیعت کی سعادت نصیب کی ہے۔ اِس لیے عرض ہے کہ خانقاہ حنفیہ میں مروجہ مجالس ذکر بالجہر جو کہ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب مرحوم اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کی پیروی میں آپ منعقد کراتے ہیں، یہ طریقہ کچھ تبدیل کرکے مکمل سنت کے مطابق کردیا جائے تو ان شاء اللہ عنداللہ مقبول ہوگا۔ کیونکہ خانقاہ حنفیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مکمل تقلید میں کام کی اشد ضرورت ہے۔

جس طرح اپنے دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اُس دور کی رائج ہر بدعت کو ایک ایک کرکے مٹایا اور سنت کا طریقہ رائج کیا۔ اور یہ تجدیدی کام اُن کی پیروی میں آج تک علمائے حق اور مشائخ احناف کررہے ہیں۔ آج بھی سخت ضرورت ہے کہ خانقاہ حنفیہ میں مکمل فقہ حنفی کی روشنی میں ضابطہ نافذ کیا جائے۔ اور ''فعل مشائخ حجت نیست'' کے قول کو مدنظر رکھا جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ (المولود:۹۷۱ھ، المتوفی ۲/صفر۱۰۳۴ھ) آج سے چارصدی قبل اپنے مکتوبات میں ایک واقعہ ہماری راہ نمائی کے لکھ گئے ہیں کہ:

''میں نے حضرت خواجہ باقی باللہ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ علمائے بخارا

کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہ کی خانقاہ میں لے گئے تا کہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔

علماء نے حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ:''ذکر جہر بدعت ہے، نہ کیا کریں۔''امیر کلال قدس سرہ نے جواب میں فرمایا کہ:''بہت اچھا! نہ کریں گے۔''

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع ورقص اور وجد کا کیا ذکر؟

وہ احوال ومواجید جو غیر شرع اسباب پر مرتب ہوں، فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔''

[مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی: ج:۱، مکتوب:۲۶۶]

اِس قسم کا ایک عریضہ دو سال قبل (۷/رجمادی الثانیہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶/مارچ ۲۰۱۶ء کو) بندہ نے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب مدظلہ کی خدمت میں بھی بھیجا تھا۔ حضرت ہزاروی صاحب مدظلہ نے جواب تو نہیں دیا، لیکن مجھے امید یہی ہے کہ فات سے پہلے پہلے وہ ان شاء اللہ یہی فرمائیں گے کہ: حضرت مجدد صاحبؒ کے فرمان کے مطابق ذکر بالجہر تداعی کے ساتھ واقعی ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے احتیاط کرنی چاہیے۔ اور سالکین کو یہ تاکید کریں گے کہ: ذکر اللہ روح کی غذا ہے، لیکن دِل میں انفرادی طور پر کریں۔ اگرچہ بیٹھنے کی جگہ اکٹھی بھی ہو۔ لیکن ذکر انفرادی صورت میں ہو۔ اور بالجہر نہ ہو۔ اور اہل بدعت سے مشابہت بھی نہ ہو۔

ہم امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں، خانقاہ حنفیہ میں بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید میں (یہی) تعلیم دی جائے تو مفید ہے، اور ان شاء اللہ عند اللہ مقبول ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگرد امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو وصیت کی کہ:''ولاتحضر مجالس الذکر''. اور تم مجالس ذکر میں حاضر مت ہونا۔ [وصایا امام اعظم ابوحنیفہ بنام امام ابو یوسفؒ، مترجم مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ، ص:۴۴، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی]

الحمد للہ ہم سنی حنفی ہیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وصیت اور نصیحت پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔

امید ہے کہ اِس تجویز سے آپ اتفاق کریں گے۔

والسلام......خادم اہل سنت عبد الوحید حنفی، مدنی جامع مسجد چکوال

۱۳/شعبان ۱۴۳۹ھ......۳۰/اپریل ۲۰۱۸ء، بروز پیر، ۱۱/بجے دن

☆......☆......☆......☆

شیخ علی رضا زیدی

مفتی محمد زاہد جامعہ امدادیہ والے

مفتی زاہد صاحب جامعہ امدادیہ والے مضبوط عالم دین، نہایت قابل مدرس اور وضع دار شخصیت کے مالک ہیں۔

مگر اکثر حضرات اس بات سے ناواقف ہیں کہ وہ ایک تہائی دیوبندی اور دو تہائی علیگڑھی ہیں۔

ہمارے راسخ العقیدہ دینی طبقات کو معاشرتی تبدیلیوں پر نظر رکھنی چاہئے......ایک زمانہ تھا جب متجددین اور سرسید کی فکر کے متاثرین اپنے حلیے سے ہی پہچانے جاتے اور پیشہ وارانہ طور پر بھی وہ لوگ روایتی علماء والے کام سے کوسوں دور رہتے، مگر فی زمانہ ایسا ہونا ضروری نہیں۔

بہت سے مغرب زدہ اذہان مساجد و مدارس میں فروکش ہیں۔

جناب عمار خان ناصر اور مفتی زاہد صاحب اس کی بہترین مثال ہیں......بلکہ مفتی صاحب تو من وجہ عمار صاحب سے بڑھ کر خطرناک ہیں......ایک بار لاہور میں مفتی عبدالواحد صاحب کے پاس حاضری ہوئی اس دوران اُن سے کسی نے عمار صاحب بارے اپنی ایک تحریر پر تائید لینی چاہی تو مفتی صاحب کہنے لگے: سب عمار کے پیچھے پڑے ہیں اور مفتی زاہد جو کر رہے ہیں اس کی کسی کو خبر نہیں۔

راقم الحروف خود قریب پچھلے پندرہ سال سے مفتی صاحب کی تحاریر وغیرہ کو دیکھ رہا ہے اور مختصراً تجزیہ یہی ہے کہ مفتی صاحب خالص مذہبیات میں تو کافی حد تک علماء دیوبند کے ہم خیال ہیں......یعنی نجی زندگی کے عمومی فقہی مسائل میں علماء دیوبند کی رائے کو اختیار کرتے ہیں، مگر سماجی اور ریاستی فکر کے اعتبار سے بالکل مغربی نکتہ نظر کے حامل ہیں......اپنے ایک مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ دیوبندی اسلاف نے ہمیشہ انگریز کے طے کردہ اصولوں کے مطابق جدوجہد کی لہٰذا جو مغربی اُصولوں کو اختیار نہیں کرتا وہ دیوبندی نہیں ہے......اور ایک مضمون میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرنا کہ حامد کرزئی کی حکومت درست اسلامی حکومت اور اس کے مقابلے میں ملا عمر رحمہ اللہ کا طریقہ کار غلط اور متشددانہ ہے......اور ایک مضمون میں یہ تاثر دینا کہ محمد علی جناح اور لیاقت علی خان وغیرہ امت محمدیہ کے نجات دہندہ تھے جب کہ ان کے مقابلے میں مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ وغیرہ اپنی تجوریاں بھرتے رہے......اور اسی مضمون

میں یہ تاثر دینا کہ فی زمانہ حق کی آواز جدید میڈیا خصوصا جیونیٹ ورک ہے......(پہلے دونوں مضامین الشریعہ گوجرانوالہ اور تیسرا الصیانہ لاہور میں شائع ہوا)

اور پھر سوشل میڈیا پر بھی سرسید وغیرہ کی حمایت کرنا اور دینی طبقات کے لیے سرسید کو قابل قبول بنانے کی کوشش کرنا......اور سرسید اور حضرت نانوتویؒ وغیرہ کو ایک ہی صف میں شمار کرنا......اور جامعہ امدادیہ میں طلبہ کی تربیت اور ذہن سازی کے لیے پورے طمطراق سے ڈاکٹر طفیل ہاشمی صاحب جیسے احساس کمتری کا شکار مرعوبیت زدہ اور آزاد خیال لوگوں کے بیانات کروانا......اور واضح طور پر مغربی ایجنڈے اور این جی اوز کے پروگرامز میں جا کر ان کی تائید کرنا اور خورشید ندیم اور دیگر متجددین کی طرف سے مفتی صاحب کو دیوبندی حلقوں میں اپنا اثاثہ خیال کرنا...... یہ سب اس کی چند مثالیں ہیں جو ہم نے اوپر ذکر کیا۔

مگر مفتی صاحب کی بود و باش بالکل روایتی ہونے کی وجہ ان کی اصل شخصیت عوام کے سامنے نہیں آپاتی لہٰذا جب ان کے کوئی شاگرد یا کوئی اور صاحب مفتی صاحب سے اختلاف کرنے پر فوراً جذباتی ہو جاتے ہیں وہ اپنی جگہ مخلص اور علمائے کرام سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مفتی صاحب کی شخصیت کو ایک روایتی دیوبندی عالم دین کے تناظر میں دیکھنے کی بجائے اُن کے اپنے اختیار کردہ تناظر میں دیکھا جائے تاکہ بار بار ان کی باتوں پر تعجب کا اظہار اور استفسار نہ کرنا پڑے۔ (فیس بک کی ایک پوسٹ)

تحریر: شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم

دِین میں سند کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے دین کا دار و مدار آسمانی وحی پر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر وحی آتی رہی اور اس وحی کے ذریعہ دین پھیلتا رہا، اس لیے اصل مدار وحی ہے، چاہے وہ وحی قرآن کی شکل میں ہو یا غیر قرآن کی شکل میں۔ خود قرآن نے اس کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ اصل مدار وحی پر ہے۔

بیت المقدس ہمارا قبلۂ اَوّل ہے، اور اس کا قبلۂ اَوّل ہونا یہ وحی سے ثابت ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وَسلم نے اس قبلہ کی طرف چودہ پندرہ مہینہ نماز پڑھی ہے، لیکن آپ قرآنِ کریم کو بسم اللہ سے والناس تک دیکھ لیجیے کہیں کوئی آیت ایسی نہیں ملے گی جس سے یہ ثابت ہو کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ قبلۂ اَوّل کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اس کا حکم وحی سے تھا اور وہ وحی یقیناً اللہ کی طرف سے تھی، جس کو ہم حدیث سے تعبیر کرتے ہیں، چناں چہ جب قرآنِ کریم اُترا اور بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا تو قرآن نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اس سے پہلے جو حکم تھا وہ بھی اللہ کی طرف سے تھا اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ یہ دین ہم تک وحی کے ذریعہ پہنچا ہے، خواہ وہ وحی حضور صلی اللہ علیہ وَسلم پر قرآن کی شکل میں نازل ہوئی یا حدیث کی شکل میں۔

چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وَسلم نے اس دین کو اپنے قول وفعل اور عمل سے اُمت کے سامنے پیش کیا۔ آپ کے وہ پہلے شاگرد، وہ مقدس ہستیاں جنھوں نے آپ سے اس دین کو قرآن کی شکل میں، حدیث کی شکل میں اور حکمت کی شکل میں لیا ہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں وہ معیارِ حق تھے، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وَسلم کامل تھے، آپ کے شاگرد بھی کامل تھے، عموماً کامل اُستاذ کا شاگرد ہی کامل ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیارِ حق قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ''. (البقرة ۱۳۷)

دین اسلام کے اوّلین حاملین حضراتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی تھے، جنھوں نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وَسلم سے دین سیکھ کر اور آپ کے قول وعمل کو دیکھ کر بعینہٖ اسی طرح پورا کا پورا بعد والوں تک پہنچا دیا۔ اسی لیے ہمارے دین کے اندر سند ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ چناں چہ عبداللہ بن مبارک رحمہ

اللہ کہتے ہیں:

"ان الاسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء."

چناں چہ حضراتِ صحابہؓ نے دین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تابعینؒ تک پہنچایا اور ان سے تبع تابعینؒ نے لیا، اس طرح ہر دور میں اللہ نے ایسے لوگ پیدا کیے جنہوں نے اس دین کو سیکھا، علمی اور عملی طور پر اس کی حفاظت کرتے ہوئے دوسروں تک پہنچادیا اور یوں دشمنوں سے اس کو محفوظ رکھا۔

دین بغیر استاد کے نہیں آتا اس کی صحیح شکل بغیر استاد کے سامنے نہیں آسکتی۔ چناں چہ قرآنِ کریم میں ہے:

"كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ". (البقرة ۱۸۷)

ترجمہ: کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہوجائے۔

یہ آیت سن کر ایک صحابیؓ نے اس کا ظاہری معنیٰ سمجھا اور اس پر عمل کرتے ہوئے سفید اور کالا دھاگہ لے کر تکیہ کے نیچے رکھ دیا، چناں چہ سحری کے وقت اس کو بار بار دیکھنے لگے، جب ان کو الگ الگ نظر آنے لگے تو انہوں نے روزہ بند کر دیا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسئلہ آیا تو آپ نے ہنس کر فرمایا:

"ان وسادتک لعريض"

(صحيح مسلم: ۱/ ۳۴۹، باب بيان ان الدخول بالصوم يحصل بطلوع الفجر، ايچ ايم سعيد)

یعنی تیرا تکیہ بہت وسیع ہے، (کہ اس میں پوری افق سما گئی)۔

مقصد یہ ہے کہ اُن سے غلط فہمی ہوگئی تھی کیوں کہ سفید دھاگہ سے مراد فجر کی سفیدی ہے اور کالے دھاگہ سے مراد رات کی سیاہی ہے۔ اُن صحابیؓ نے صرف عربی زبان پر اکتفا کرتے ہوئے یہ مطلب سمجھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسئلہ سمجھا دیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش آیا۔ جب قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام ۸۲)

''جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کو انہوں نے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت پریشان ہوگئے کہ:

"من اينا لا يظلم".

ہم میں سے کون ہے جس نے کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کی، اس کا معنی یہ ہے کہ نجات کا کوئی راستہ نہیں

ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے،جیسا کہ دوسری جگہ آتا ہے:

''اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ''. (لقمٰن ۱۳)

یعنی ایمان کے بعد شرک نہیں کیا تو ان کے لیے کامیابی ہے۔

پوری حدیث اس طرح ہے:

لما نزلت هذه الآية (الذين امنوا ولم يلبسوا) ايمانهم بظلم. شق ذلک علی اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم وقالوا اينا لايظلم نفسه؟، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: ليس كما تظنون، انما هو كما قال لقمان لابنه: يا بنی لاتشرک باللّٰه ان الشرک لظلم عظيم. (مسند احمد ۷/ ۲۷۵، مؤسسة الرسالة)

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم تو وحی کے ذریعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا،مگر اس کا صحیح مفہوم جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے صحابہؓ کے سامنے پیش فرمایا۔ پھر اُنہوں نے دوسروں کو پیش کیا جو منتقل ہوتے ہوتے پندرھویں صدی تک پہنچا۔اس لیے دین میں سند کا ایک مقام ہے۔اگر صرف مطالعہ پر اکتفا کیا جائے تو اس سے اصل دین کے بجائے گم راہی پھیلے گی۔

ہر چیز کا ایک مفہوم ہوتا ہے اور ایک اس کی اصطلاح ہوتی ہے۔اور اس چیز کو اصطلاح والے ہی صحیح سمجھتے ہیں۔مثلاً میڈیکل کا کورس جتنا میڈیکل کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے اگر گھر میں بیٹھ کر مطالعہ کیا جائے، مطالعہ کرنے والا چاہے اچھے سے اچھا انگریزی داں ہی کیوں نہ ہو اور ساری میڈیکل کی کتابیں موجود ہوں، دنیا کا کوئی ڈاکٹر اور کوئی عقل مند ایسے شخص کو ڈاکٹر نہیں کہہ سکتا اور اس پر اس سلسلہ میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ اس نے صرف اپنی انگریزیت کی بنا پر اس کا مطالعہ کیا ہے،جب تک کسی میڈیکل کالج میں داخلہ نہ لے اور وہاں موجود پروفیسروں سے اس کو نہ پڑھے اور عملی تجربہ نہ کرے وہ ایک پیسہ کا ڈاکٹر نہیں ہے۔بعینہٖ یہی بات ایمان اور اسلامی تعلیمات میں موجود ہے کہ جو شخص اسلام اور احکامِ اسلام کے صرف مطالعہ پر اکتفا کرتا ہے اس کا علم قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

ایک زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مدینہ یونی ورسٹی پہنچایا تھا،وہاں ہم پڑھتے تھے،وہاں ایک شیخ جو ہمیں اُصولِ حدیث پڑھاتے تھے وہ مطالعہ کے عالم تھے،ان کے علمی سلسلہ کی کوئی سند نہیں تھی۔چھٹیوں میں علمی پکنک ہوتی تھی،باہر جاتے تھے اور اس میں علمی مناقشے ہوتے تھے،ہمارے یہی شیخ کہتے تھے کہ فجر کی نماز کے لیے ''**الصلوٰة خير من النوم**'' مت کہو!اس پر ہم نے کہا:آخر کیوں؟ کیا نیا دین آیا ہے؟ کیا جدید مذہب آیا ہے؟ تو بتلایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''**اجعلها فی اذان الاوّل** ''اس کلمے کو پہلی اذان میں بڑھادواور پہلی اذان سحری کی ہوتی ہے،لیکن یہ کلمات سحری کی اذان میں بڑھائے جائیں گے مگراذانِ فجر میں نہیں۔اُن کو یہ دھوکہ اس لیے لگا کہ وہ حدیث کے طالب علم نہیں رہے تھے،انہوں نے حدیث استاذ سے نہیں پڑھی تھی،ورنہ ایک ادنیٰ حدیث کا طالب علم بھی یہ جانتا ہے اذانِ اوّل اوراذانِ ثانی یہ حدیث کی اصطلاح ہے کہ نماز سے پہلے اِقامت (**قد قامت الصلوٰۃ**) یہ بھی اذان ہے،حدیث کی اصطلاح میں اِس کواذانِ ثانی کہا جاتا ہےاور جواذان پہلے دی جاتی ہےاس کواذانِ اوّل کہا جاتا ہے۔تو بتائیے کہ ایک حدیث پڑھانے والا استاذ جس نے خود کسی مستند عالم سے حدیث نہیں پڑھی وہ اس کو غلط سمجھ رہا ہے،تو آج کل جو نئے نئے مفکرین پیدا ہورہے ہیں ان کے قدم نہیں ڈگمگائیں گےاور وہ غلطیاں نہیں کریں گے؟

اس لیے کہ انہوں نے علم سند سے حاصل نہیں کیا۔جب دنیا کے فنون میں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ کوئی شخص بغیر میڈیکل کالج میں پڑھے ڈاکٹر نہیں بن سکتا تو کوئی آدمی بغیر کسی عالم سے پڑھے کیسے عالم ہوجائے گا؟ یہ کھیل نہیں ہے کہ چند ترجمے پڑھ لیےاور علماء کی صفوں میں جا کھڑے ہوئے۔

مشہور ہے کہ ایک امام صاحب جنہوں نے کسی مستند استاذ سے کچھ حاصل نہ کیا تھا،البتہ چند آیتیں یاد کر لی تھیں۔وہ نماز کے دوران ہلتے رہتے تھے،مقتدیوں نے پوچھا: امام صاحب آپ تو نماز میں بہت ہلتے رہا کرتے ہیں؟ کہنے لگے کہ حدیث میں آتا ہے کہ:

''**من ام قوما فلیخفف** ''۔جوآدمی کسی قوم کاامام ہواس کو چاہیے کہ نماز ہلکی پڑھے،لمبی لمبی نہ پڑھائے۔اُس دور میں اردو والے چھوٹی یا کو بڑی یا سے لکھتے تھے۔تو وہ صاحب ترجمہ کرنے لگے کہ جوامام ہوکسی قوم کا تو ہل کے نماز پڑھے۔

یہ ہے ترجموں سے علم حاصل کرنے کا نتیجہ!اس طرح کی غلطیاں ہوتی ہیں۔یہ دین ہمارااسی طرح سے ہم تک نہیں پہنچا بلکہ ہر دور میں اللہ رب العزت نے علماء حقانی پیدا کیے جنہوں نے سند کے ساتھ اس کی حفاظت کی،اپنے شاگرد بنائے اسی کی کڑی یہ پاک وہنداور دوسرے ممالک کے علماءِ حق ہیں،یہ وہی کڑی چلی آرہی ہے،اساتذہ اور محدثین سے چلتے چلتے یہ سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

چناں چہ دینی مدارس ہمیشہ سے دین کے قلعے اور اسلامی اقدار و روایات کے تحفظ کی چھاؤنیاں رہی ہیں،ان میں رجالِ کار پیدا ہوتے ہیں جو دین کی حفاظت کرتے ہیں۔جب کوئی ملحد اُٹھتا ہے،کوئی زندیق اُٹھتا ہے جو دین کے اندر ایک نئی چیز پیدا کرتا ہے چاروں طرف سے آوازیں آتی ہیں کہ یہ غلط ہے،یہ اسلام کے خلاف ہے،آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس لیے کہ اللہ نے علماء کو محافظ بنایا ہے، یہ ایسا ہے کہ جیسا کہ ہمارے ملک کی حدود میں کوئی دشمن آجائے تو ہماری فوج حرکت میں آجاتی ہے اس لیے کہ ان کا کام ہی ملک کی حدود کی حفاظت کرنا ہے۔ اسی طرح ہمارے علماء وہ رجالِ کار اور فوجی ہیں جو دینی حدود کی حفاظت کرتے ہیں۔

یاد رکھیے! جب تک علماء کا وجود ہے، ہمارا دین بھی محفوظ ہے، خدانخواستہ علماء کا ختم ہوجانا ایسا ہی ہے جیسے کسی ملک میں فوج ختم ہوجائے، جب دشمن چاہے گا ملک پر حملہ کر کے قبضہ کرسکتا ہے اور اسی سلسلہ کی کڑی ''جامعۃ العلوم الاسلامیۃ'' ایک چھوٹی سی چھاؤنی ہے۔ یہ چھوٹا سا قلعہ ہے جس کی ابتداء ہمارے شیخ ومربی اور اُستاذِ محترم محدثُ العصر حضرت مولانا علامہ سیّد محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے کی جو جامعہ ہی کے ایک کونے میں آرام فرما ہیں، انہوں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے دس فضلاء سے کام شروع کیا۔

میں مخلص مسلمانوں سے کہوں گا کہ دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان دینی قلعوں کی حفاظت فرمائیں۔ اس لیے کہ پڑھنے پڑھانے والوں کو جو اجر ملتا ہے وہی اجر ان کی حمایت کرنے والوں کو بھی ملتا ہے۔ دین کی اشاعت میں جو بھی جس درجے میں بھی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا پورا اجر دیتے ہیں، ہم بھی ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ الغرض:

اولائک آبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

آج ہم اگر ان اداروں سے کٹ جائیں تو ہمیں کون سکھائے گا کہ ماں، بہن، بیٹی سب محارم ہیں، انہی دینی مدارس کے علماء نے سکھایا کہ کس سے نکاح ہوسکتا ہے اور کیسے ہوسکتا ہے اور تم اللہ کے نام پر دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کروگے تب تم خاوند وبیوی بنوگے اور تمہاری اولاد کا سلسلہ شروع ہوگا اور حلال وحرام چیزوں کا علم آئے گا۔

اس لیے دینی علم وہی قابل اعتماد ہے جو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سند متصل کے ساتھ پہنچا ہے۔ اگر ہم اپنے مطالعہ سے دین کی نئی نئی تعبیرات کریں گے تو یہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ اس لیے اگر ہر فتنہ کی سرکوبی اور دین کی حفاظت مطلوب ہے تو اُن اداروں کو مضبوط کیجیے جہاں یہ انبیاء علیہم السلام کے جانشین اور دین کی حفاظت اور اس کا دفاع کرنے والے رِجالِ کار پیدا ہوتے ہیں۔

بہرحال یہ دینی ادارے اور یہ دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آرہا ہے اور جب تک اللہ کو منظور ہوگا یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔

☆......☆......☆......☆

حافظ محمد عدیل عمران، لاہور

مسلم حکومتوں کے زوال میں روافض کا کردار

☆......امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالی عنہ کو ایران کے محاذ پر رخصت کرتے ہوئے فرمایا: ''تم ایک ایسی سرزمین کی طرف جارہے ہو جس میں ایک ایسی قوم آباد ہے جو شر کی ماہر، خیر سے یکسر نابلد ہے۔ اور جو مکروفریب اور خباثت سے بھری ہوئی ہے۔'' آپؓ نے مزید فرمایا کہ ''کاش ایران اور عرب کے درمیان آگ کا دریا حائل ہوتا۔''

☆......اگر ہم خلیفہ دوم رضی اللہ تعالی عنہ کی باتوں پر غور کریں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں جتنے المیے اور سانحے رونما ہوئے یعنی خلافتِ راشدہ، خلافتِ دمشق، خلافت بغداد، اور خلافتِ عثمانیہ کے خلاف خونچکاں اور تباہ کن واقعات کے پیچھے بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی اسلام دشمن تحریک (روافض) کے سرکردہ لیڈروں کا ہاتھ رہا ہے، جس کا ہم اپنی اس مختصر تحریر میں ایک جائزہ پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز

☆......رافضیت اسلام کے خلاف ایک سیاسی اور مذہبی تحریک ہے (مذہبی اس واسطہ سے کہ روز اول سے ہی انہوں نے اسلام کے متضاد اپنا ایک الگ مذہب و نئی شریعت بنائی اور اسلام کے عقائد و معاملات، خلافت و سیاست، عبادت و تجارت الغرض اسلام کے ہر ہر رکن پر انہوں نے اپنا ایک الگ ''مذہب'' بنایا) اس کا مقصد صحیح اسلام کو توڑنا مروڑنا، اسلامی حلقوں میں انتشار اور بدنظمی پھیلانا اور اللہ تعالی کے گھروں یعنی مساجد کو ویران بنانا ہے۔ یہ تحریک یہودیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شروع کی اور اسلام کے خلاف مختلف قسم کی کہانیاں گھڑ کر اسے توڑ پھوڑ کا نشانہ بنایا۔

☆......ایرانی غلبہ اسلام سے ہی عربوں کے خلاف سازشیں کرتے رہیں ہیں وہ انتقاماً ان کو اجڈ، جاہل اور نااہل کہتے تھے۔ ان کے ہاتھوں اپنی شکست کو باعث ذلت سمجھتے تھے۔ بظاہر مصلحتاً اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور نام کے مسلمان بن گئے تھے لیکن عربوں کے خلاف انتقام کی آگ ان کے دلوں میں بری طرح بھڑک رہی تھی۔ ان سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے یہ اہلیان اسلام کے خلاف یہودی (سبائی) سازشوں میں برابر کے شریک ہوگئے۔ مجوسی ایرانیوں کو پہلی کامیابی اس وقت ہوئی جب ان کے ہاتھوں خلیفہ

دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔ یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے قاتل ابولولو فیروز مجوسی کا مزار ایران میں ہے۔

☆......چونکہ رافضیت کی بنیاد ہی اسلام اور مسلمان دشمنی پر پڑی تھی اس لیے ہر دور میں یہ ان دونوں کے دشمن رہے ہیں پہلے دور میں حضرات خلفائے ثلاثہؓ نے نہ صرف اسلام کی تبلیغ وحفاظت کی ذمہ داری نبھائی بلکہ مملکت اسلامیہ کی سرحدوں میں بھی برابر اضافہ کرتے رہے۔ فتوحات کی اس یلغار کو روکنے کے لیے ایک منظم سازش کے تحت انہوں نے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چراغ حیات گل کیا اور پھر مدینہ منورہ پر یورش اور چڑھائی کر کے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کیے۔ پھر دور مرتضوی میں جمل وصفین کے ذریعے مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگی پیدا کر کے مزید ترقی کی۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر منتج ہوئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے جال سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے اور خلافت کی بھاگ دوڑ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آ گئی۔ جس سے سازشی کاروائیوں کا رخ بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ گیا اور یہ عداوت یہاں تک بڑھی کہ ''بغض معاویہ'' کی ضرب المثل مشہور ہوگئی عام طور پر اس مثال کو نامکمل نقل کیا جاتا ہے پوری مثال اس طرح ہے۔ ''لا لحب علی بل لبغض معاویہ'' یعنی یہ جذبہ حضرت علی کی محبت میں نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں اپنایا گیا اور پھر یزید کے دور میں یزید اور اس منافق طبقہ کی دسیسہ کاریوں کی بناء پر سانحہ کربلا رونما ہوا۔

☆......۳۹۳ھ میں مصری شیعہ سلطنت کے گورنر دمشق نے ایک سنی امیر کو گدھے پر سوار کر کے سارے شہر میں گھمایا اور یہ اعلان کرایا کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالی عنہما) سے محبت رکھے اس کے بعد اس سنی امیر کو شہید کر دیا گیا۔

☆......۴۲۲ھ میں قادر باللہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بامر اللہ تخت نشین ہوا قادر باللہ کے تمام عہد خلافت میں بغداد کے اندر شیعہ سنی ہنگامے برپا رہے، قائم بامر اللہ کے تخت نشین ہونے کے بعد شیعوں نے سنیوں پر مظالم کی انتہا کر دی اور سنیوں کی زندگی پہلے سے زیادہ تلخ ہوگئی۔ اسی زمانے میں سلطان محمود غزنوی نے وفات پائی اور سلجوقیوں نے ماوراء النہر اور خراسان میں اپنی حکومت قائم کی۔ مکہ معظمہ اور حجاز پر مصر کے عبیدیوں یعنی شیعوں کا قبضہ ہو چکا تھا اسی زمانے میں اندلس کی خلافت کا بھی خاتمہ ہوا اور وہاں خاندان بنوامیہ کی زبردست سلطنت پارہ پارہ ہو کر چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تبدیل ہوگئی جو باہم دست وگریباں رہنے لگیں۔

☆......مقتدی باللہ کے دور خلافت میں حسن بن صباح نے ۴۸۳ھ میں سیستان کے قلعہ الموت میں شیعہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ جو ایک سو اکہتر سال (۱۷۱) (۴۸۳ھ تا ۶۵۴ھ) تک اسماعیلی نزاریوں کا

مذہبی علمی اور سیاسی مرکز رہا۔ چونکہ تمام شیعہ ''اسلام وسنی دشمنی'' میں متفق ومتحد تھے اس لیے اس دور میں بھی سنیوں کو سخت اذیتیں اور ذلتیں برداشت کرنی پڑیں۔ مصر کی شیعہ عبیدی حکومت نے کھلم کھلا اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عیسائیوں کو شام وفلسطین پر حملہ آوری کی ترغیب دی جس کے نتیجے میں بیت المقدس پر قبضہ ہوگیا۔

☆...... بغداد کو فتح کر لینے کے بعد ہلاکو خان نے اپنے ساتھیوں سے مستعصم باللہ کے قتل کا مشورہ کیا تو سب نے یہی مشورہ دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے مگر غدار اسلام وغدار وطن رافضی نصیرالدین طوسی اور علقمی جو ہلاکو خان کے دربار میں موجود تھے انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت آپ اس خلیفہ کے گندے خون سے اپنی تلوار کو ناپاک نہ کریں بلکہ اس کو چمڑے میں لپیٹ کر کچل دیا جائے۔ ہلاکو خان نے اس کام کی ذمہ داری علقمی کے سپرد کی جو کہ مستعصم باللہ کا وزیر رہ چکا تھا، علقمی نے اپنے آقا کو چمڑے میں لپیٹ کر ایک ستون سے باندھا پھر اس پر لاتوں کی بارش کر دی یہاں تک کہ اس کا دم نکل گیا۔ پھر اس پر بھی بس نہیں بلکہ اس کے بعد اس کی لاش زمین پر ڈال دی اور تاتاریوں کو اس کی لاش پر اچھلنے کودنے اور اسے کچلنے کا حکم دیا۔

☆......الغرض جہاں جہاں بھی ان (روافض) کے ناپاک قدم پڑے وہاں اسلام ومسلمانوں کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی اس بات کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''تحفہ اثناء عشریہ'' میں بڑے احسن انداز میں فرمایا ہے حضرت فرماتے ہیں کہ:

''اہل تاریخ اس پر متفق ہیں کہ شیعوں میں سے آج تک کوئی بھی جہاد پر کمر بستہ نہیں ہوا اور نہ ہی ان میں سے کسی نے کسی ملک یا اس کے حصہ کو کفار سے چھین کر اسے ''دارالسلام'' بنایا بلکہ اس کے برخلاف انہیں اگر کسی شہر کی سیادت یا حکمرانی ملی بھی جیسے مصر وشام کی ریاست ان کے ہاتھ بھی آ گئی تو انہوں نے کفار ہی کی طرف دوستی اور یگانگت کا ہاتھ بڑھایا اور دین کو دنیا کے عوض بیچ کر ''دارالسلام'' کو ''دارالکفر'' میں تبدیل کر دیا۔ (یہ ہمیشہ کافروں سے دوستی اور مسلمانوں کے قتل پر شیر رہے۔) چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ جہاں اس مذہب کے ''سبز قدم'' نہیں پہنچے وہاں کے باشندے ہمیشہ غالب، ذی عزت وشان رہے۔ چنانچہ توران، ترکستان، روم اور ہندوستان کے بادشاہوں نے شیعوں کے اختلاط اور دوستی سے پہلے عزت وشان کی زندگی بسر کی ہے اور جب بھی کسی شہر اور ملک میں شیعہ مذہب کا رائج ہوا ہے وہیں فتنہ وفساد، بدبختی اور ذلت اور باہمی نفاق جو زوال سلطنت کے اندرونی اسباب شمار ہوتے ہیں۔ آسمان سے بارش کی طرح برسنے لگے اور پھر وہاں کی فضا ناقابل اصلاح ہوگئی۔ ایران، دکن اور ہندوستان ہی نہیں ملک عرب، شام، روم، توران وترکستان وغیرہ کے حالات دیکھ لیجیے تو اس کی تصدیق ہو جائے گی۔ اور تاریخ کا ایک یہ بھی ناقابل تردید تجربہ ہے کہ جب بھی اتفاق سے کسی ملک میں شیعی غلبہ ہوا ہے تو اس کے متصل بعد ہی اس پر

کفار کا غلبہ ہونا گویا لازمی ہو گیا۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کا تسلط کفار کے تسلط کا گویا پیش خیمہ ہوتا ہے۔اور یہ گویا ''چھوٹے کفار'' ہیں۔ بنگال، دکن، دہلی وگرد ونواح، لاہور، پنجاب میں کفار کو یہی بد بخت سیاہ رو، سیاہ کار ہی برسر اقتدار لائے۔اس سے بھی پہلے فتنہ تاتار اہل اسلام کا قتل قرامطہ اور اسماعیلیہ کا زوران ہی کی وجہ سے ہوا۔ان رافضیوں کے فرقے عراقین، بغداد، حد اور کرخ میں پھیل گئے پھر بمطابق آیت کریمہ ''**واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة**''(ایسے فتنے سے بچو جس کی لپیٹ میں صرف ظالم ہی نہیں آئیں گے) نیک وبد سارے ہی تباہی وبربادی کا شکار ہوئے۔

[تحفہ اثناء عشریہ اردو: ۹۰، مترجم مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی (مظاہری) عالمی مجلس تحفظ اسلام]

☆......خلافت عباسیہ اگرچہ معزالدولہ کے اقتدار سے پہلے اپنی ساکھ کھو چکی تھی۔مگر معزالدولہ نے رہی سہی آبرو کا خاتمہ کر دیا۔معزالدولہ غالی شیعہ تھا اور مجوسی النسل،اس نے خلیفہ مطیع اللہ کو اس قدر بیکار بنا دیا تھا کہ خلیفہ کے پاس اس کے مال واسباب کی نگرانی کے لیے ایک منشی کے سوا کوئی بھی خادم نہ رہا۔ معزالدولہ نے عراق کے علاقے اپنی فوج کے امراء میں تقسیم کر دیے۔ان لوگوں نے مالیانہ کی وصولی کے سلسلہ میں بے حد ظلم کاشت کاروں پر توڑے کہ وہ گھر بار چھوڑ گئے ۔معزالدولہ نے اپنی شیعیت کا مظاہرہ شروع کر دیا۔عیدغدیر منائی گئی۔محرم میں عورتیں بال کھول کر نوحہ کرنے نکلتیں۔اس سے بھی بڑھ کر تبرابازی تھی۔غرضیکہ شیعہ سنیوں میں ٹھن گئی اور چاروں طرف سے معزالدولہ پر یورش ہوگئی۔نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں سخت ابتری پھیل گئی۔[تاریخ ملت:۱۴۲/۲]

☆......خلیفہ معزالدین نے ۳۴۱ ہجری میں جوہر صقلی کو اپنا کاتب مقرر کیا۔معزالدین نے اس عہدہ کو وزارت کے ہم پایہ بنا دیا تھا۔ جوہر جہاں صاحب سیف تھا وہاں اہل قلم بھی تھا۔ بلند پایہ ادیب،اس کے علاوہ شجاع، بہادر اور سیرت کی پاکیزگی میں اس کی نظیر شیعوں میں ملنا دشوار تھی۔اس کو صاحب الواسطہ سے بھی خطاب کیا جاتا تھا۔مگر اس کو شیعیت میں غلو ضرور تھا جو جنون کی حد تک پہنچ گیا تھا۔

جوہر صقلی معزالدین پر چھا گیا تھا اس نے تسخیر مصر کے بعد تھوڑے عرصہ میں بڑے بڑے عہدوں پر سنیوں کی بجائے مغرب کے شیعوں کو مقرر کر دیا۔اس کے سوا اس نے اپنی سیاست کو عمل میں لانے کے لیے سنی مذہب کے تمام آثار مٹا دیے خواہ وہ مذہبی تھے یا ان کا تعلق تمدن وتہذیب سے تھا۔سنیوں کو وہ دشمنان اسلام خیال کرتا تھا۔ جوہر بلاد مصر پر خلیفہ فاطمی کے قائم مقام کی حیثیت سے حکومت کرتا تھا۔معزالدین، جوہر صقلی کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا کیونکہ جوہر نے ہی حکومت فاطمی کو مضبوط بنایا۔

جوہر کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے شیعیت کی ترویج میں سعی بلیغ کی۔کہیں لالچ دے کر شیعہ کیا کہیں جبر سے کام لیا۔ جوہر نے حکومت کے تمام عہدے داروں پر لازم قرار دیا تھا کہ وہ مذہب شیعہ کے

احکام پر عمل درآمد کریں جو حکومت کا مذہب ہے۔اس حکمت عملی سے مصر کے سنی عہدیداروں میں شیعہ مذہب کی اشاعت ہوئی۔وہ جبر واستبداد کے خطرہ یا اعلی عہدوں کی امید میں شیعہ بن گئے۔[تاریخ ملت:۳۲۳/۲]

☆......خلیفہ ابواحمد عبداللہ، مستعصم باللہ (المتوفی ۶۵۶ھ) کا وزیر مویدالدین ابن علقمی شیعہ اور خواجہ نصیرالدین طوسی شیعہ کی نمک حرامی اور مذہبی تعصب کی وجہ سے عروس البلاد بغداد پر تاتاریوں کا حملہ ہوا اور چالیس دن تک مسلمانوں پر وہ مظالم ڈھائے گئے کہ خدا کی پناہ اور سولہ لاکھ مظلوم اس عظیم فتنہ میں قتل اور شہید ہوئے۔[ابن خلدون:۵۴۷/۳]

☆......۱۵۰۱ء میں ایران پر صفویوں کی حکومت قائم ہوئی جس نے شیعیت کو ایران کا سرکاری مذہب قرار دے کر ریاستی سطح پر مسلم دشمنی کی پالیسی اپنائی۔

جس زمانے میں عثمانی فوجوں کی یورپ میں تیزی سے پیش قدمی کے باعث وہاں کے عیسائی حکمرانوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی وہاں یہ خبر پھیلی کہ عثمانی سلطنت کی دوسری طرف ایران میں صفوی خاندان کے تحت ایک اسلام دشمن طاقت کا ظہور عمل میں آیا ہے۔یہ واقعہ یورپ کی اسلام دشمن حکومتوں کے لیے بڑی خوشی اور اہمیت کا حامل تھا۔چنانچہ انہوں نے ایرانی حکمرانوں سے تعلقات استوار کرنے اور عثمانی خلفاء کے خلاف ان سے ساز باز کرنے کے لیے اپنے مختلف وجود بھیجنے شروع کر دیے۔یورپی وفود کی آؤ بھگت کے لیے صفوی حکومت پہلے سے چشم براہ تھی۔

ایران کی صفوی حکومت نے اس زمانے کی سب سے بڑی اسلامی طاقت سلطنت عثمانیہ کے خلاف یورپ کی عیسائی ریاستوں پرتگال، انگلینڈ سے مضبوط سفارتی تعلقات قائم کر کے یورپ میں عثمانیوں کی بڑھتی ہوئی یلغار میں روڑے اٹکانے کا سلسلہ شروع کیا اور ترکی کی مشرقی سرحدوں پر حملے شروع کر دیے۔اس طرح عثمانیوں کی جو طاقت یورپ میں اسلامی فتوحات کے سلسلے میں صرف ہونا تھی ایران کی اسلام دشمنی کی نذر ہو گئی۔[ایران اور عالم اسلام:۵۲]

☆......مغل بادشاہ ہمایوں اور اس کا تخت وتاج بھی ایران کا رہین منت تھا۔چنانچہ اکبر اور جہانگیر کے عہد میں بھی مغلوں کے تعلقات صفویوں سے دوستانہ اور خلافت عثمانیہ سے رقیبانہ رہے اور صفویوں کی طرح مغلوں نے بھی بحر ہند کے یورپی جہاز رانوں کا استقبال کیا اور انہیں تعاون دیا۔مغل سلاطین نے نہ صرف برصغیر پاک وہند میں اسلامی شعائر واقدار کو حتی الواسع پامال کیا بلکہ یورپ کے قزاق جہاز رانوں کے مراسم خسروانہ بڑھا کر اپنے حلیف اور ہم منصب ایرانیوں کی طرح عالم اسلام کا زبردست نقصان کیا۔یورپی طاقتوں کو مراعات دینے کا یہ المناک نتیجہ نکلا کہ ایک صدی بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ ہندوستان سے ایک ہزار سالہ مسلم اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔[ایران اور عالم اسلام:۵۳]

☆......افغانستان: چند سال پہلے تک طالبان کا افغانستان کے پچانوے فیصد سے زیادہ علاقے پر تسلط قائم تھا۔ان کی حکومت ایک مستحکم حکومت تھی۔جس کی عملداری میں کبھی ہنگامہ وفساد کی آگ نہیں بھڑکی تھی۔امیر المومنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ کی قیادت میں کبھی کوئی چیلنج پیش نہیں آیا۔اقتصادی پابندیوں کے سبب یک گونہ بھوک اور افلاس کے باوجود طالبان کے زیر سایہ علاقوں میں امن ومان کی صورت حال مثالی رہی اور جرائم کی شرح مہذب دنیا کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر رہی۔یہ اس اسلامی نظام کی برکت تھی جو طالبان کی حکومت نے وہاں قائم کیا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ افغانستان کی تباہی و بربادی کی مکمل ذمہ داری روس، ایران، پاکستان، امریکہ اور برطانیہ پر عائد ہوتی ہے۔پہلے روس نے گرم پانیوں تک رسائی کی ہوس میں افغانستان کو دس سالہ جنگ میں تباہ کیا۔پھر ایران نے اپنے منظور نظر گروہ شمالی اتحاد کو طالبان کے خلاف بھرپور مالی اور فوجی ساز و سامان دے کر ہر طرح مضبوط اور مستحکم کیا۔اور وہاں خانہ جنگی کو فروغ دے کر ملک کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا۔اور افغان قوم کو غیر ملکی سازشوں جن میں ایران کا رول سب سے نمایاں ہے کے ذریعے خانہ جنگی میں الجھا دیا گیا۔پھر ہم ''پاکستانیوں'' نے امریکہ کے اعتماد پر پورا اترنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ہم نے اپنے ملک کی سلامتی داؤ پر لگا دی۔ہماری سرحدیں غیر محفوظ ہوگئیں۔اپنے افغان مسلمانوں بھائیوں کے قتل عام اور ان کی تباہی و بربادی کی وجہ سے پوری پاکستانی قوم سوگوار اور دلی کرب سے نڈھال تھی۔ہم نے امریکہ کی خوشنودی کی خاطر ان لوگوں کی دشمنی مول لی جن سے ہمارا کوئی جھگڑا نہ تھا جو ہمارے مسلمان بھائی تھے۔افسوسناک امر یہ ہے کہ ہم جو ایک اسلامی برادر ملک کو نیست و نابود کرنے کے لیے امریکہ کے ساتھ شریک کار رہے اب مزید کتنا عرصہ اس جرم کا ارتکاب کرتے رہیں گے۔

☆......روزنامہ اوصاف اسلام آباد میں مورخہ (۹۸-۹-۱۶) کو'' طالبان کے خلاف ایران کی صف بندی'' کے عنوان سے جناب حافظ ابراہیم فانی نے ایک اہم مضمون تحریر فرمایا۔ملاحظہ فرمائیں۔

''جب افغانستان میں تحریک طالبان نے اسلامی انقلاب کا آغاز کیا اور ظالموں، لٹیروں، غاصبوں اور ننگ انسانیت افراد کے خلاف منظم تحریک شروع کی تو ایران نے اسی دن سے اس پاکیزہ تحریک کے خلاف اپنی معاندانہ سرگرمیاں تیز کر دیں اور اس انقلاب کو آغاز ہی سے کچلنے کے لیے برملا اپنے عزائم کا اظہار کیا۔چاہیے تو یہ تھا کہ ایران اپنے پڑوس میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے لیے ہر طرح تعاون کرتا مگر انہوں نے اسلامی انقلاب کو ناکام بنانے کے لیے کافروں کے ساتھ تعاون وتفاہم کو ترجیح دی اور اس سلسلے میں شمالی اتحاد کے تمام رہنماؤں اور ہزاروں معصوم افغان عوام کے قاتلوں کو نہ صرف تحفظ فراہم کیا بلکہ ان کو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس کیا اور افغانستان میں کھلم کھلا مداخلت بھی شروع کر دی جس کی مثال موجودہ دور میں

شاید مشکل ہی سے ملے۔''

''کروڑوں ڈالر کے ایرانی اسلحہ کی افغانستان میں موجودگی اور سینکڑوں ایرانی کمانڈوز اور فوجیوں کی طالبان کے ہاتھوں گرفتاری ایرانی مداخلت کا کھلا ثبوت ہے......ایران کی وزارت خارجہ کے ارکان کا زیادہ تر وقت افغانستان میں گزرتا تھا اور کابل میں ایرانی سفارت خانہ تخریب کاروں میں ملی لٹیروں، قومی غداروں، اور افغان عوام کے قاتلوں کی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ تھا......افغانستان کے سابقہ نام نہاد مجاہد اور دیگر طالبان مخالف ملت فروش آج ایران کی گود میں پل رہے ہیں۔اور ایران کے حسب منشا اپنے ہی ہم وطنوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں......طالبان کو چاہیے تھا کہ وہ ایران کے اپنے خلاف مداخلت کے بارے میں دنیا اور اقوام عالم کے سامنے شکایت کرتے کہ ایران کس طرح ابتدا ہی سے طالبان کے خلاف مصروف پیکار رہے۔مگر ایران نے روایتی مکاری اور عیاری کا ثبوت دیتے ہوئے اور اپنی خفت مٹانے کی خاطر ان طالبان پر اپنے سفارتکاروں کے متعلق الزام تراشی شروع کردی...''[ایران اور عالم اسلام:۱۴۱]

☆......پاکستان: پاکستان برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کی مشترکہ جدوجہد کا ثمرہ ہے۔تحریک پاکستان میں تمام مسلمانوں نے بغیر کسی تفریق کے یکساں جوش وخروش کے ساتھ بھرپور حصہ لیا تھا۔پاکستان بننے کے ساتھ ہی ملک کی شیعہ قیادت نے ایران کے شیعہ حکمرانوں کے اشارے پر مختلف داؤ پیچ کے ذریعے اپنا اثر ورسوخ بڑھانا شروع کردیا۔

چونکہ ایرانی حکمران اپنے انقلاب کو دوسرے اسلامی ملکوں، خاص طور پر پاکستان جہاں کی شیعہ آبادی پہلے ہی ایران نواز ہے کو برآمد کرنے کے لیے بہت پرجوش اور بے چین ہیں۔اس لیے انہوں نے پاکستان میں اپنے سفارتکاروں کو سخت ہدایات جاری کی ہوئی ہیں کہ وہ اس ملک میں اپنے ہم مسلک لوگوں سے مل کر شیعہ انقلاب لانے کے لیے راہ ہموار کریں، چنانچہ ان کا کام ہی یہ ہے کہ ایران میں شائع شدہ فرقہ واریت پر مبنی شیعہ مواد کو مقامی زبانوں میں شائع کروائیں۔مقامی لوگوں میں تقسیم کریں اور اپنے ہم مسلک لوگوں سے مل کر یہاں شیعہ انقلاب لانے کے لیے حکمت عملی وضع کریں۔یہ قدرتی امر ہے کہ یہ مواد جو حضرات صحابہ کرام اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرا اور دوسرے سنی عقائد کی تنقید پر مبنی ہوتا ہے۔وہ سنیوں میں اشتعال پیدا کرتا ہے اور شیعوں کے خلاف ان کے دلوں میں نفرت پیدا کرتا ہے۔

ایک اور پہلو جس کی طرف پاکستان کی کسی حکومت نے آج تک توجہ نہیں دی وہ یہ ہے کہ فرقہ واریت اور مذہبی دہشت گردی میں ملوث تحریک نفاذ فقہ جعفریہ اور اس کی بنائی ہوئی مسلح تنظیموں کے ایران کے ساتھ گہرے روابط ہیں جہاں سے ان کو نہ صرف اسلحہ اور مالی امداد ملتی ہے بلکہ اس ملک میں شیعہ انقلاب لانے کے لیے ان کو تیار بھی کیا جاتا ہے۔اور دہشت گردی اور تخریب کاری کے لیے ان کی حوصلہ افزائی ایرانی

ثقافتی اداروں کے ذریعے کی جاتی ہے۔اب جب کہ حکومت نے ان تنظیموں پر صرف نام کی پابندی لگا دی ہے باقی یہ تنظیمیں نام بدل کر اپنا کام کر رہی ہیں۔اور پاکستان کو کھوکھلا کرنے کے لیے پیش پیش ہیں۔

☆......اگست ۱۹۹۷ء میں پاکستان کے سابق چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ نے ملک میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی پر غور کرنے کے لیے شیعہ اور مسلم رہنماؤں کا اجلاس از خود طلب کیا۔ پتہ چلا کہ چیف جسٹس دونوں فریقوں کے دلائل سننے کے بعد شیعہ فرقے کو ''غیر مسلم'' قرار دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔اس فیصلہ کی بھنک جب نواز شریف کی حکومت میں شامل ان کے شیعہ حلیفوں، وزیروں اور مشیروں کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے مختلف حربوں کے ذریعے چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کو ان کے عہدے سے فارغ کرا دیا۔

☆......قصہ المختصر چند ایک تجاویز جن پر عمل کر کے ہم اپنے ملک پاکستان میں بڑھتی ہوئی مداخلت کو روک سکتے ہیں۔

☆......ایران نے اپنی ۶۰/فیصد شیعہ آبادی کے پیش نظر اپنے آئین میں اثنا عشری مذہب کو بنیاد بنایا ہے۔ پاکستان کو بھی اپنی تقریباً ۹۵/فیصد سنی آبادی کے پیش نظر اکثریت کا مذہب سرکاری طور پر تسلیم کر کے شیعوں کو وہی حقوق دے دینے چاہیں جو ایران میں سنیوں کو حاصل ہیں۔

☆...... ہر قسم کے مذہبی جلوسوں کو سڑکوں پر آنے سے روک دیا جائے۔

☆......عزاداری کی تقریبات کو بند جگہوں تک محدود کر کے لاؤڈ سپیکروں کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے۔

☆......گھروں میں مجالس کا انعقاد ممنوع قرار دیا جائے۔

☆......اذان میں تبدیلی یا اضافی کلمات دین کے منافی اقدامات ہیں ان کو قانوناً ناجائز قرار دے کر جبراً بند کروایا جائے۔

☆......اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابرین اسلام کے خلاف مواد کی اشاعت اور فروخت پر مکمل پابندی لگا دی جائے۔

☆......ریڈیو، ٹیلی ویژن، اور سوشل میڈیا پر اسلام دشمن عناصر کا راستہ روکا جائے اور اس کے لیے عملی اقدامات کریں۔

☆...... پاکستان میں ایران کے نمائندوں کی سرگرمیوں پر گہری نظر رکھی جائے۔اور جو اسلام و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پاکستان کے خلاف بکواس کرے اسے گرفتار کر کے نشان عبرت بنایا جائے۔

پاکستان آج کل بڑے ہنگامی اور کرب ناک دور سے گزر رہا ہے، ملک میں عجیب بے چینی اور بے اطمینانی پائی جاتی ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا لیکن اب یہاں اسلامی قوانین اور نظریات کا

کھلم کھلا مذاق اڑایا جارہا ہے۔اور اسلامی اقدار وشعائر کو بری طرح پامال کیا جارہا ہے۔اس اسلامی مملکت میں اسلام کے نام پر کفریہ عقائد پھیلانے والا حکمران طبقہ ہمارے اوپر مسلط کر کے اللہ تعالی دراصل ہمارا امتحان لے رہا ہے اور یہ ہمارے لیے بہت آزمائش کی گھڑی ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم پاکستانی بھائیوں اور بہنوں کو صبر واستقامت نصیب فرمائے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت فرمائے تاکہ ہم اپنے دین اور ایمان کو محفوظ رکھ سکیں۔اور ملک وقوم کی ترقی اور سلامتی میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کے لائق ہو سکیں۔آمین ثم آمین

ماخذ: تاریخ شیعیت......تاریخ ملت......تحفہ اثناعشریہ......ایران اور عالم اسلام

مولانا مجیب الرحمٰن، ڈیرہ اسماعیل خان قسط:۱

جاوید احمد غامدی کے نظریات......اور اُن کا شرعی حکم!

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدُ للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ و اصحابہ وعلی اتباعھم باحسان الی یوم الدین وعلینامعھم بفضل اللہ الرحیم.

امابعد: حضرت انسان کے بابا آدم علیہ السلام پیدائش کے بعد کچھ عرصہ جنت میں بسائے گئے مگر جب تک آدمی نے نعمت کے حصول میں مشقت نہ اٹھائی ہوتو فطرتی بات ہے کہ اس نعمت کی قدر نہیں جانتا، اس لیے جنت جیسی عظیم نعمت کی قدر دل میں پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا تا کہ اعمال کر کے مشقتیں اٹھا کر میرے پاس حاضر ہو اور پھر جنت جیسی عظیم نعمت اور درجات حاصل کرے۔ مشقت کے بعد اس نعمت کا عظیم نعمت ہونا معلوم ہوگا۔ اَب وہ نعمت انسان کے اعمال پر ملے گی، مگر اعمال تب ہی معتبر ہوں گے جب ایمان یعنی عقائد صحیح ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں جگہ جگہ کافروں اور منافقوں کے اعمال ضائع ہونے کا ذکر فرمایا ہے ایک جگہ ارشاد الٰہی ہے: **والـــذیــن کفروا اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمأٰن ماءً حتیٰ اذا جاء ہٗ لم یجد ہ شیئاً. [النور]** اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ پیاسا اس کو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا۔

حاصل اس مثال کا یہ ہوا کہ جیسے یہ پیاسا ریت کو ظاہری چمک سے پانی سمجھا، اسی طرح کافر اپنے اعمال کو ظاہری صورت سے مقبول اور حَسَن اور مثمرِ نفع آخرت سمجھا۔ اور جیسے وہ ریت پانی نہیں، اسی طرح یہ اعمال بلا ایمان قبول نہیں۔ اور جیسے وہاں جا کر اس پیاسے کو حقیقت معلوم ہوئی، اسی طرح اُس کو آخرت میں پہنچ کر حقیقت معلوم ہوگی۔ اور جس طرح یہ پیاسا اپنی توقع کے غلط ہونے سے متحسر اور خائب ہو کر مر گیا، اسی طرح یہ کافر بھی اپنی توقع کے غلط ہونے سے متحسر ہوگا اور ہلاکت ابدی یعنی عقاب جہنم میں مبتلا ہوگا۔ [بیان القرآن]

ایک اور جگہ ارشاد ہے: **والـذیـن کـفـروا فتعسًا لھم واضل اعمالھم، ذالک بانھم کـرھـوا مـاانزل اللہ فاحبط اعمالھم.[سورۃ محمد ﷺ]** اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے تباہی ہے اور ان کے اعمال کو خدا تعالی کالعدم کر دے گا، یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالی کے اتارے

ہوئے احکام کو ناپسند کیا، سو اللہ نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔[بیان القرآن]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں گذرا، وہ مہمان نوازی کرتا تھا، پڑوسیوں سے اچھائی کرتا اور صلہ رحمی کرتا تھا، تو یہ اعمال اُس کو فائدہ پہنچائیں گے؟ فرمایا: نہیں! کیونکہ ایک دن بھی اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض نہ کیا کہ اے اللہ! روز قیامت میرے گناہ معاف کر دینا۔[صحیح ابن حبان۔الاحسان رقم الحدیث ۳۳۰،ص:۲۰۶]

یعنی اس میں ایمان نہیں تھا اگر اتنا بھی کہہ دیتا تو ظاہر ہوتا کہ اس کا اللہ تعالی اور روزِ آخرت پر ایمان ہے اور چونکہ اس دور میں کوئی نبی نہیں تھا، اس لیے اس کے ایمان کے لیے اتنا کافی تھا۔ مگر جب اتنا ایمان بھی نہ تھا تو آخرت میں ہمیشہ کا جہنمی ہوگا۔

اور منافقوں کا انجام بھی آخرت میں وہی ہوگا جو کافروں کا ہوگا بلکہ عام کافروں سے بدتر ہوگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ان اللہ جامع المنافقین والکافرین فی جهنم جمیعاً، ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النارولن تجد لهم نصیراً۔[النساء]** اللہ تعالیٰ کافروں اور منافقوں دونوں کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ بیشک منافقین جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے اور تو ان کا کوئی مددگار نہیں پائے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر اسلام اور اس کے احکام کے صاف انکاری تھے اور منافق زبانی اقراری اور دل سے منکر تھے اور جو اسلام اور احکام اسلام کا زبان سے اقرار کرے اور دل سے منکر ہو کھلے کافر کے مقابلہ میں اس سے اسلام اور مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچتا ہے کیونکہ ظاہری احکام میں وہ مسلمان ہوتا ہے مگر اندر سے اسلام اور مسلمانوں کا دشمن اور منافق ہوتا ہے تو مسلمان اس کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ اور ایسے کو اللہ تعالیٰ مسلمان اور مؤمن نہیں مانتے جو صرف زبان کا مؤمن ہو دل کا کافر ہو۔

ومن الناس من یقول آمنابالله وبالیوم الآخر وماهم بمؤمنین، یخٰدعون الله والذین آمنوا۔[بقرۃ] اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے میں اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا ہوں حالانکہ ایسے لوگ مؤمن نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اور مؤمنین سے دھوکہ کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔

یہ گروہ جو کافروں سے بھی زیادہ مضر ہے اس کے افراد کا علم نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی ہوتا تھا کہ فلاں فلاں منافق ہے۔ اور آپ ﷺ نے اخلاق حسنہ کی وجہ سے اور ظاہراً مسلمان شمار کیے جانے کی وجہ سے ایسے آدمیوں کی نشان دہی ہر ایک کو نہ کی تھی۔ آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد وحی بند ہونے کی وجہ سے منافق شخص کا علم نہیں ہوسکتا، اس لیے نبی کریم ﷺ کے رازدار صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے

آپ ﷺ کے بعد سے متعلق فرمایا: **انما النفاق کان علیٰ عھد رسول اللہ ﷺ فاما الیوم فانما ھو الکفر أو الایمان.** [**رواہ البخاری مشکوۃ رقم الحدیث** :٦٢] نفاق بس نبی کریم ﷺ کے دور تک تھا اب تو یا کفر ہے یا ایمان ہے۔

یعنی جس کا نفاق معلوم ہوگا ہم اس کو مسلمان نہیں بلکہ کافر سمجھیں گے۔

ملحد اور زندیق لوگ:

تو آج منافقین قسم کے لوگ کون ہیں ؟ وہ لوگ جو اپنے کو مسلمان اور مؤمن کلمہ گو کہلاتے ہیں مگر اسلام کے کسی ضروری حکم کا گھڑنتو تاویل کر کے انکار کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو قرآن مجید کی اصطلاح میں 'ملحدین' اور حدیث پاک کی اصطلاح میں 'زنادقہ' کہا جاتا ہے مگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اگر الحاد درجہ کفر تک پہنچنے والا ہو تو ایسے ملحدین اور زندیقوں کا حکم کافروں (مرتدوں) کا ہوگا اگرچہ بظاہر مسلمان بنتے ہوں۔

قال عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ ھم الزنادقۃ لأن النفاق علی عھد رسول اللہ ﷺ ھی الزندقۃ من بعدہٖ. [الابانۃ الکبری لابن بطۃ م ۳۸۷ھ:۲/۷۰۳] حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسے لوگ زندیق ہیں ک، یوں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا نفاق ہی آپ ﷺ کے بعد زندیقیت ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں:

ما کان علیہ المنافقون فی عھد رسول اللہ ﷺ من اظھار الایمان و کتمان الکفر ھو الزندقۃ عندنا الیوم. [**الاستذکار** :۲/۳۵۷، **فتح الباری**] جو حالت حضور ﷺ کے دور کے منافقوں کی تھی یعنی ایمان کو ظاہر کرنا، کفر کو چھپانا وہ کام ہمارے دور کے زندیقوں کا ہے۔

قرآن مجید میں وارد ہے:

ان الذین یلحدون فی آیاتنا لایخفون علینا. بیشک جو لوگ ہمارے احکام میں کجروی اختیار کرتے ہیں ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ما کانوا یعملون. ان لوگوں کو رہنے دو جو اللہ تعالی کے اسماء میں کجروی اختیار کرتے ہیں عنقریب اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے۔

ملحدوں کا پہلا طبقہ:

اور حدیث میں یوں ذکر ہے

عن عكرمة رحمه الله قال اُتِي على رضى الله عنه بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذالک ابن عباس فقال لو كنت انالم احرقهم لنهى رسول الله ﷺ لا تعذبوا بعذاب الله ولقتلتهم لقول رسول الله ﷺ من بدل دينهٗ فاقتلوه رواه البخارى. [مشكوة حديث نمبر ۳۵۳۳ كتاب الديات باب قتل اهل الردة والسعاة بالفساد]

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ (مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق لوگ لائے گئے تو انہوں نے ان کو جلا ڈالا تو یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچی انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو ان لوگوں کو نہ جلاتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ والا عذاب نہ دیا کرو اور میں ان کو قتل کرتا کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے اس کو قتل کر ڈالو۔

اس حدیث میں زندیق کن کو کہا گیا؟ ایک قول یہ ہے کہ مرتد لوگ تھے، دوسرا قول یہ ہے کہ سبائی یعنی عبداللہ بن سبا کے پیروکار تھے۔لیکن ان دونوں قولوں میں تعارض نہیں ہے، اس لیے کہ ان میں دونوں باتیں تھیں کہ وہ مرتد اور ابن سبا کے پیروکار تھے۔مرتد دین اسلام پر ہونے کے بعد دین اسلام سے پھر جانے کو کہتے ہیں۔لیکن قابل غور بات ہے کہ وہ دین سے کیسے پھر گئے تھے؟ بظاہر دین سے پھرنا اور مرتد ہونا اس کو سمجھا جاتا ہے کہ مسلمان اسلام چھوڑ کر مثلاً عیسائیت یا ہندو مذہب یا یہودیت یا سکھ مذہب یا کسی اور مذہب میں داخل ہو جائے جب کہ ان لوگوں نے اسلام چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار نہیں کیا تھا وہ اپنے مسلمان ہونے کے دعویدار تھے کوئی دوسرا مذہب قبول نہیں کیا تھا۔اَب ان کی زندیقیت سمجھیں۔

ان لوگوں نے عبداللہ بن سبا کے خیالات کو قبول کر لیا تھا۔عبداللہ بن سبا کے خیالات یہ تھے کہ:

(۱)......اس نے پہلے محبت اہل بیت کا نعرہ بلند کیا، پھر کہا کہ ہر نبی کا کوئی وصی ہوا ہے، ہمارے نبی کریم ﷺ کا کوئی وصی تو ضرور ہوگا، وہ یوشع بن نون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصی کہتا تھا۔جب اس نے بار بار نبی کریم ﷺ کے وصی ہونے کا تذکرہ کیا تو سننے والے ایسی بات کے منتظر ہو جاتے ہیں کہ آگے کیا کہتا ہے؟ تو لوگوں کو ادھر متوجہ کرنے کے بعد کہا کہ نبی کریم ﷺ کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۲)......ابن سبا حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے مخالف تھا، ان کو برا کہتا اور سب (گالم گلوچ) کرتا، ان حضرات کو ظالم کہتا کہ وصی ہونے کی وجہ سے خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا مگر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے ان کا حق خلافت غصب کیا تھا۔اس لیے وہ ظالم تھے۔اور اَب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت کے غاصب ہیں، چونکہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اس دنیا سے چلے گئے ان سے

تو کوئی انتقام نہیں لیا جاسکتا، لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کے منصوبے بناؤ۔ بالآخر یہ قصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت اور پھر ان کی شہادت پر جا ختم ہوا۔

(۳)......ابن سبا جو خلفاء راشدین کے خلاف تھا اور ان کے برے تذکرے کرتا اس کے متعلق لوگوں سے کہتا کہ جو میرا خیال ہے وہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں ہے، مگر وہ تقیہ کیے ہوئے ہیں، لوگوں سے ظاہر نہیں کرتے۔

(۴)......یہ لوگ اس حد تک غلو میں چلے گئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود ماننے لگے کہ یہ ہمارے الٰہ ہیں، ان کے اس عقیدے کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو پکڑوایا اور توبہ کرنے کو کہا، فرمایا کہ: توبہ کرو ورنہ آگ میں جلا ڈالوں گا، انہوں نے توبہ نہ کی، الٹا یہ کہنے لگے کہ آگ میں جلانے سے تو ہمیں اور یقین ہوگیا کہ آپ ہمارے معبود ہیں کیونکہ آگ کی سزا دینا رب کا کام ہے، چنانچہ جلا دیئے گئے۔[لسان المیزان:۲/۲۸۹،۲۹۰ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان]

یہ اس امت میں زندیقوں کا پہلا گروہ تھا جو فرقہ رافضیہ کا بانی بنا، جو اہل سنت کے مقابلہ میں ایک بہت بڑے مد مقابل بن کر ظاہر ہوئے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ الحاد اور زندیقیت اس کو نہیں کہتے کہ کوئی اسلام کا انکار کرے اور کسی دوسرے مذہب میں داخل ہو جائے بلکہ الحاد اور زندیقیت یہ ہے کہ کلمہ گو ہو کر اللہ اور رسول اور قرآن مجید اور قیامت پر ایمان رکھنے والا ہونے کا دعوی کرتے ہوئے ایسا عقیدہ رکھ لینا جو قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو بلکہ اس سے متصادم ہو، چاہے وہ عقیدہ اپنانے والا اس عقیدہ کو قرآن وسنت کے مطابق کہے۔ اس بارے میں مزید چند وضاحتیں ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

ملحد اور زندیق کی تعریف:

مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م سنہ ۱۳۹۴ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المخالف للدين الحق ان لم يعترف به ولم يذعن له ظاهراً ولا باطناً فهو الكافر وان اعترف بلسانه وقلبهٗ على الكفر فهو المنافق وان اعترف به ظاهراً وباطناً لكنهٗ يفسر بعض ماثبت من الدين ضرورةً بخلاف مافسره الصحابة والتابعون واجمعت عليه الامة فهو الزنديق كمااذااعترف ان القرآن حق وماذكرفيه من ذكرالجنة والنارحق لكن المرادبالجنة الابتهاج الذى يحصل بسبب الملكات المحمودة والمرادبالنارهى الندامة التى تحصل بسبب الملكات المذمومة وليس فى الخارج جنة ولانار فهوالزنديق وقولهﷺاولائك الذين نهانى الله عنهم فى المنافقين دون الزنادقة الى قولهٖ ثم التأويل تأويلان تأويل لايخالف قاطعاً من الكتاب والسنة واتفاق الامة وتأويل يصادم ماثبت بقاطع فذالك الزندقة فكل من انكرالشفاعة

اوانکررؤیۃ اللہ تعالی یوم القیامۃ اوانکرعذاب القبروسوال المنکروالنکیراوانکرالصراط والحساب سواءً قال لااثق بھٰؤلآء الرواۃ اوقال اثق بھم لکن الحدیث مؤول ـــــ فھوالزندیق وکذالک من قال فی الشیخین ابی بکروعمررضی اللہ عنھمامثلاً لیسامن اھل الجنۃ ــ اوقال ان النبیﷺخاتم النبوۃ ولکن معنی ھذاالکلام انہ لایجوز ان یسمی بعدہٗ احد بالنبی وامامعنی النبوۃ وھوکون انسان مبعوثاً من اللہ تعالی الی الخلق مفترض الطاعۃ معصوماً من الذنوب ومن البقاء علی الخطاء فیمایری فھوموجود فی الائمۃ بعدہٗ فذالک ھوالزندیق وقد اتفق جماھیرالمتأخرین من الحنفیۃ والشافعیۃ علی قتل من یجری ھذاالمجری واللہ اعلم کذافی المسوی. [التعلیق الصبیح ۴/۲۰۷،۲۰۸طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ، اکفار الملحدین ص ۴۴ـ۴۵طبع ادارۃ القرآن کراچی]

حاصل عبارت بالاکا یہ ہے کہ جوآدمی دین حق کا اقراراورتصدیق نہ کرے ظاہراً وباطناًاس کو'کافر' کہتے ہیں۔اورظاہراًاقرارہومگردل میں کفرہواس کو'منافق' کہتے ہیں۔اورظاہراًوباطناً اقراوتصدیق دونوں ہوں لیکن دین کی واضح ثابت بات کی تفسیروتشریح ایسی کرے جوصحابہ کرام اورتابعین کی تفسیراوراجماع امت کے خلاف ہووہ'زندیق' ہے۔

تأویل دوطرح کی ہوتی ہےایک وہ جوقرآن وسنت اوراجماع امت کے خلاف نہ ہو۔دوسری وہ جوقطعی ثابت بات کے خلاف ہو۔دوسری قسم کی تأویل زندیقیت ہے،مثلاً: آدمی کہے: جنت دوزخ حق ہے، لیکن جنت سے مراداچھے ملکات کے ذریعے حاصل ہونے والی خوشی اوردوزخ سے مراد برے ملکات کے ذریعے حاصل ہونے والی ندامت ہے۔اسی طرح جوروزقیامت آپﷺکی شفاعت کایااللہ تعالی کے دیدارکامنکرہو،یاپل صراط کایاحساب کاانکارکرے، چاہے انکارکی وجہ یہ بیان کرے کہ مجھے ان راویوں پراعتمادنہیں، چاہے یہ کہے کہ راویوں پراعتمادتوہےلیکن حدیث مؤول ہے، پھرتاویل فاسدکرے۔اسی طرح جوحضرت ابوبکروعمررضی اللہ عنہما کے جنتی ہونے کامنکرہو،یاکہے کہ نبی کریمﷺکے خاتم النبیین ہونے کایہ معنی ہے کہ آپﷺکے بعدکسی کونبی نہیں کہہ سکتے ،لیکن نبوت کامفہوم یعنی انسان کااللہ تعالی کی طرف سے مبعوث ہوکرواجب الاطاعت ہونااورگناہوں سے معصوم ہونایہ آپﷺکے بعدامت میں موجودرہے گا، نبی کریمﷺنے جویہ فرمایاکہ اِن لوگوں کے قتل سے اللہ تعالی نے مجھے منع فرمایا،اس سے منافق لوگ مرادہیں، نہ کہ زندیق لوگ،جمہورمتأخرین احناف اورشوافع زندیق کے قتل پرمتفق ہیں۔[المسوی]

امام ذہبی رحمہ اللہ اسحاق بن محمدنخعی احمرراوی کے حالات میں ذکرکرتے ہیں کہ عبدالواحدبن علی اسدی فرماتے ہیں کہ اسحاق بن محمدنخعی گندے مذہب کاآدمی تھاکہتاتھاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اللّٰہ ہیں، خطیب نے ذکرکیاکہ مدائن میں ایک جماعت ہے جو(اسی اسحاق کے پیروہونے کی وجہ سے)اسحاقیہ سے

پہچانے جاتے ہیں امام ذہبی فرماتے ہیں: یہ شخص زندیق ہے اور جو اس حد تک پہنچ جائے تو کافرلعین اور یہود ونصاریٰ کا بھائی ہے۔ اور حسین بن یحیٰ نوبختی سے نقل کیا کہ اسحاق کہتا تھا کہ علی الـــلـــہ ہے، پھر وہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں ظاہر ہوا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں ظاہر ہوا اور اسی نے حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا۔ [میزان الاعتدال ۱/۱۹۸ طبع دارالفکر بیروت]

محقق علامہ سید صبحی بدری سامرائی فرماتے ہیں:

غـلاة الرافضة الذين عرفوا بالانحراف عن الاسلام بطعنهم بكتاب الله وسنة رسوله المـصـطـفـىٰ ﷺ وحملة الكتاب والسنة من اصحاب رسول الله ﷺ وغايتهم تجريح هؤلآء الشهـود الحملة لد يننا ليبطلواالعمل بالكتاب والسنة هم الذين يستحقون الجرح وهم زنادقة يـد ينون بالنفاق (التقية)ويستحلون الكذب على الله ورسوله وعلى اميرالمؤمنين على وابنائه الطيبين. [مقدمة احوال الرجال للجوزجانی ص۱۶/طبع مؤسسة الرسالة بيروت]

غالی رافضی جو اس طرح اسلام سے منحرف ہونے کے ساتھ مشہور ہوئے ہیں کہ کتاب وسنت اور حاملین کتاب وسنت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن کیا جن کا مقصود ان حاملین دین گواہوں پر جرح کرنا ہے تا کہ قرآن وسنت پر عمل باطل ٹھہرے، یہی لوگ جرح کے مستحق اور یہی زندیق ہیں جو نفاق یعنی تقیہ کو دین ٹھہراتے ہیں اور اللہ ورسول اور امیر المؤمنین حضرت علی اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم پر جھوٹ بولنا حلال سمجھتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ عقیدہ سفارینی سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوزرعہ عراقی رحمہ اللہ جو امام مسلم کے استاذ ہیں فرماتے ہیں:

اذارئيـت الرجل ينتقص احداً من اصحاب رسول الله ﷺ فاعلم انه زنديق وذالك ان الـقرآن حق والرسول حق وماجآء به حق ومااديٰ ذالك الينا كل الصحابة رضى الله عنهم فمن جرحهم انمااراد ابطال الكتاب والسنة فيكون الجرح به اليق والحكم عليه بالزند قة والضلال اقوم واحق. [مقام صحابه:۵۶،۵۷/طبع اداره نشريات اسلام لاهور]

جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی بھی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے، اس لیے کہ قرآن حق ہے اور رسول کریم ﷺ حق ہیں اور جو تعلیمات آپ ﷺ لیکر آئے وہ حق ہیں اور یہ سب چیزیں ہم تک پہنچانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوا کوئی نہیں۔ تو جو شخص ان پر جرح کرتا ہے وہ کتاب وسنت کو باطل کرنا چاہتا ہے، لہٰذا خود اس کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے اور اس پر گمراہی اور زندقہ کا حکم لگا دینا زیادہ قرین حق وانصاف ہے۔

امام مہدی محدث رحمہ اللہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقائص بیان کرنے والوں کو زنادقہ کہتے ہیں۔

اورفرماتے ہیں کہ صحابہ کی تنقیص نبی کریم ﷺ کی تنقیص ہے گویا کہ یہ کہتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے برے ساتھیوں کے ساتھ صحبت اختیار کی۔[لسان المیزان:۳۶۲/۳]

حضرت علامہ ابن القیم رحمہ اللہ 'کتاب الروح' میں عذاب قبراور قبر کی وسعت اور تنگی اور قبر کے جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا ہونے اور میت کے قبر میں اٹھنے بیٹھنے کے منکروں کو ملحدین اور زنادقہ کہتے ہیں۔[الروح:۸۶/المسألة السابعة طبع دارالکتب العلمیة بیروت]

حضرت یحییٰ بن اکثم سے روایت ہے کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ سے معتزلہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے معتزلہ کو زنادقہ فرمایا۔ **انه سئل عن المعتزلة فقال هم الزنادقة.**

[اکفارالملحدین:۳۸/مجموعہ رسائل علامہ کشمیری طبع ادارۃ القرآن کراچی]

علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال ابن حبان من ذهب الى ان النبوة مكتسبة لاتنقطع أوإلیٰ ان الولی افضل من النبی فهوزندیق یجب قتله لتكذيب القرآن وخاتم النبيين. [اکفارالملحد ین:۱۱۵/عن الزرقانی]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: جو یہ کہے کہ نبوت کسبی چیز ہے اور ختم نہیں ہوئی یا کہے کہ ولی (یا امام) نبی سے افضل ہے وہ زندیق ہے، اس کا قتل لازم ہے، کیونکہ وہ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی تکذیب کررہا ہے۔

اسی طرح ہر وہ عقیدہ اور عمل جو قطعی طور پر قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہو اور کوئی شخص یا فرقہ اس کا انکار کرے چاہے ایسی تاویل کے سبب انکار کرے جو اصل کے انکار ہی پر منتج ہو، مثلاً: آدمی کہے کہ میں نماز کا قائل ہوں مگر نماز سے مراد اس کیفیت والی نماز نہیں جو اہل حق پڑھتے ہیں بلکہ نماز خاص نظام قائم کرنے کا نام ہے، یا نمازیں صرف دو ہیں پانچ نمازیں نہیں ہیں۔ یا زکوۃ کا قائل ہوں لیکن زکوۃ وہ نہیں جس کو مسلمان زکوۃ کہتے ہیں بلکہ حکومت کا سامان نشوونما پہنچانے کا انتظام کرنا زکوۃ ہے، اس لیے اس نشوونما کا سامان پہنچانے کے پروگرام میں حکومت کو جو ٹیکس دیتے ہیں یہ زکوۃ ہے۔ یا میں قربانی کا قائل ہوں لیکن یہ جو ہر سال ہر شہر اور گاؤں میں جانور ذبح کیے جاتے ہیں یہ قربانی اللہ کا حکم نہیں ہے بلکہ غرباء اور مستحقین کی ہر طرح کی مدد قربانی ہے۔ اور میں حج کا قائل ہوں مگر حج ایک مخصوص عبادت کا نام نہیں ہے بلکہ حج تو عالمی مشاورتی اجتماع کا نام ہے جس میں دنیا کے مسلمان جمع ہوکر مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لیے سوچیں۔ یا میں قرآن کو مانتا ہوں مگر موجودہ قرآن مجید کو محفوظ نہیں مانتا اس قرآن مجید میں تحریف کی گئی ہے۔ یا میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مانتا ہوں مگر حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم معاذ اللہ منافق تھے، میں ان کا ایمان نہیں مانتا۔ یا

میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو مانتا ہوں مگر معاذ اللہ ان میں کئی بدطینت تھیں وغیرہ اس طرح کے کفریات بکنے والا مرتد اور ملحد وزندیق ہے۔

ملحدین کی ابتداء تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور سے ہوئی مگر آج کے دور میں ایسوں کی بہتات ہے ہر شخص ایک مستقل فتنہ اور کسی درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہے ہم مسلمانوں کی شومئ قسمت کہ ہم اسلامی نظام حکومت سے برسہابرس سے محروم ہوئے یہی نظام حکومت ایسے فتنوں کا بہت بڑا علاج تھا اور اس کی دوبارہ بحالی دور دور تک نظر نہیں آتی افغانستان میں چند سال تک حضرت عمر ثالث رحمہ اللہ کے بابرکت ہاتھ سے یہ نظام وجود میں آیا تھا مگر وہ بھی دشمن کی نظر میں کانٹا ہونے کی وجہ سے ختم کردیا گیا۔ **اللھم فاقمه علینا ثانیاً واعطناه فی باکستان وفی جمیع العالم. آمین**

قصہ طویل ہوگیا، مسلمان کہلا کر دین کے اندر رخنہ ڈالنے والے دو قسم کے ہیں: ایک وہ جو کافر ہیں، جن کا کچھ نمونہ اوپر ذکر ہوا۔ دوسری قسم اہل بدعت ہیں، بدعت کے فرق کے لحاظ سے اہل بدعت کی دو قسمیں ہیں: اگر ایسی بدعت عملی یا اعتقادی کا مرتکب ہو جس سے کفر لازم آئے تو وہ کافر ہو کر ملحدین میں داخل ہوجائے گا۔ اور اگر ایسی بدعت عملی یا اعتقادی میں مبتلا ہو جس سے کفر لازم نہ ہو تو وہ بدعتی گمراہ مسلمان کہلائے گا۔ بدعت کی یہ دونوں قسمیں دنیا میں پائی جاتی رہی ہیں اور موجود ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم البدعة اما ان تکون بمکفر کان یعتقد مایستلزم الکفر اوبمفسق. [**نزهة النظر ص۸۷ طبع فاروقی کتب خانه ملتان**] بدعت یا کافر بنانے والی ہوگی مثلاً جو بات مستلزم کفر ہو اس کا عقیدہ رکھے یا فاسق بنانے والی ہوگی۔

یہی بات علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی۔ [الباعث الحثیث:۴۹/مدنی کتب خانہ کراچی]

زندیق لوگ ہوں یا اہل بدعت ان سب کا راستہ صراط مستقیم سے ہٹ کر ہے یہ لوگ قرآن وسنت کا نام لیکر اپنی من مانی تفسیر وتشریح کرکے اپنے متعلق ظاہر کرتے ہیں کہ اصل مسلمان ہیں تو ہم ہی ہیں، ہمارے سوا سب گمراہ ہیں حقیقت یہ ہے کہ سچ اور جھوٹ اور حق اور باطل کے پرکھنے کی کسوٹی قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو اس کسوٹی پر پورا اترے وہ اہل حق ہوگا اور جو اس پر پورا نہ اترے چاہے ہزار بار اہل حق ہونے کا دعوی کرے وہ اہل باطل ہے۔ (جاری ہے۔)

☆......☆......☆......☆

مفتی رب نواز، احمد پور شرقیہ

امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرنے کے کچھ دلائل

قرآن کریم سے ثبوت

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون. [اعراف]

جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن کی اس آیت میں نماز میں قراءت سننے کا لوگوں کو حکم ہے جیسا کہ درج ذیل تصریحات سے ثابت ہے۔

حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے قراءۃ خلف الامام کے بارہ میں فرمایا: قراءت سننے کے لیے خاموش رہو جیسا کہ حکم دیا گیا ہے کیوں کہ قراءت میں شغل ہے، امام کا پڑھنا ہی تمہیں کافی ہے۔[کتاب القراءۃ:۷۳، السنن الکبریٰ:۲/۱۶۰]

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد مذکورہ بالا اثر کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ اثر سنداً صحیح ہے۔'' [توضیح الکلام:۵۲۳]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''آیت **واذا قرئ القرآن** کے پیشِ نظر مومن پر کوئی پابندی نہیں اسے گنجائش ہے کہ سنے یا نہ سنے مگر مفروضہ نماز، جمعہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ کے موقع پر اس کی گنجائش نہیں کہ نہ سنے'' [کتاب القراءۃ:۷۳]

اثری صاحب اس اثر کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

''اثر سنداً حسن ہے۔'' [توضیح الکلام:۵۲۴]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''**فالنزاع من الطرفين لكن الذين ينهون عن القراءة خلف الامام جمهور السلف والخلف ومعهم الكتاب والسنة الصحيحة.**[تنوع العبادات:۸۶]

ترجمہ: مسئلہ زیرِ بحث میں نزاع طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قراءت سے منع کرتے

ہیں، وہ جمہور سلف وخلف ہیں اور ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''وقول الجمهور هو الصحيح فان الله سبحانه وتعالى قال واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون قال احمد اجمع الناس على انها نزلت فى الصلوة.

[فتاویٰ: ۴۱۲/۲]

جمہور کا مسلک اور قول ہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ سب لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول نماز ہے۔

مولانا عبدالصمد پشاوری صاحب غیر مقلد نقل کرتے ہیں:

''والاصح كونها فى الصلوة لماروى البيهقى عن الامام احمد قال اجمعوا على انها فى الصلوة۔'' [اعلام العلام فی قراءۃ خلف الامام: ۱۹۰]

صحیح ترین بات یہ ہے کہ آیت **واذا قرئ القرآن** کا شانِ نزول ہی نماز ہے جیسا کہ امام بیہقی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نماز کے بارے میں نازل ہونے پر اجماع ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ **واذا قرئ القرآن** کے مخاطب کفار ہیں انہیں کہا گیا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموشی سے سنو۔ لہٰذا مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم نہیں۔

اس اعتراض کے جوابات ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

۱......سیدنا عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ کرام نے اس آیت میں مذکور حکم کا مخاطب نمازیوں کو قرار دیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ لہٰذا اُن کی بات کو فوقیت حاصل ہے۔

۲......خود غیر مقلدین نے اس آیت میں مذکور حکم کا مخاطب نمازیوں کو تسلیم کیا ہے مثلاً نواب صدیق حسن خان غیر مقلد اِس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''واین آیت دلالت نمی کند مگر بر منع قراءت درحال جہر امام بقراءت **لقوله فاستمعوا له** واستماع نمی باشد مگر از برائے مجہور بہا...'' [دلیل الطالب: ۲۸۰]

یعنی اس آیت میں قراءت کی ممانعت تب ہی ہے جب امام جہری قراءت کر رہا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **فاستمعوا له** اور **استماع** (سننا) تو تب ہی ہوگا جب قراءت جہری ہوگی۔

نواب صاحب نے اگرچہ قرآنی آیت کو جہری نمازوں کے ساتھ خاص کیا ہے **مگر** اتنا تو تسلیم کیا ہے کہ اس آیت میں مقتدی کو قراءت کرنے سے روکا گیا ہے۔

اسی طرح حافظ صلاح الدین یوسف صاحب غیر مقلد **واذا قرئ القرآن** کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو...کا مطلب یہ ہے کہ...امام کے ساتھ قرآن نہ پڑھیں۔''

[تفسیری حواشی صفحہ ۲]

یوسف صاحب نے آیت کی تفسیر اگرچہ اپنے مسلک کے موافق کی مگر اتنا تو تسلیم کیا کہ اس آیت کے مخاطب نمازی ہیں۔اسی غرض سے ہم نے یہ عبارت نقل کی ہے اور زائد حصہ حذف کر دیا ہے۔

شیخ البانی غیر مقلد کے نزدیک جہری نمازوں میں مقتدی کے لیے قراءت کرنا منسوخ ہے۔

[صفۃ صلوۃ النبی مترجم:۹۱]

انہوں نے نسخ کے جو دلائل ذکر کیے ہیں اُن میں ایک دلیل یہی آیت **واذا قرئ القرآن** ...ہے۔مولانا ابوالاشبال شاغف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''شیخ البانی نے ایک دلیل تو حدیث ''**من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة**'' دی ہے۔ دوسری دلیل حدیث ابو بکرہ ہے جس میں (ہے) کہ انہوں نے رکوع پا لیا تھا اور ان کو دوبارہ رکعت لوٹانے کا حکم نہیں دیا گیا۔تیسری دلیل قرآن کی یہ آیت ﴿**اذا قرئ القرآن**﴾ ہے۔میں نے یہ سارے دلائل ان سے ایک مذاکرہ علمیہ میں بذاتِ خود سنے ہیں۔'' [مقالاتِ شاغف:۳۵۵]

یعنی البانی صاحب کے نزدیک بھی آیت ''**واذا قرئ القرآن** ...'' کے مخاطب نمازی ہیں۔ بلکہ وہ اس کی وجہ سے امام کے پیچھے قراءت کرنے کو منسوخ کہتے ہیں۔

۳......اگر علی سبیل التنزل مان لیا جائے کہ اس آیت میں خطاب کافروں کو ہے تو بھی عموم کی وجہ سے مسلمان خاص کر نمازی اس کے مخاطب ہیں۔

چنانچہ مولانا محمد گوندلوی غیر مقلد اِس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''قرآن کے خطاب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خطاب تو کفار کو ہے۔**مگر** عمومِ علت کی بناء پر نمازی بلکہ تمام مسلمان بھی داخل ہیں بہر کیف شمول لفظی ہو یا معنوی نمازی بھی اس میں داخل ہیں۔''

[خیر الکلام:۲۵۴]

ایک اور اشکال کا دفعیہ:

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ **اذا قرئ القرآن**... کا مطلب یہ ہے کہ امام جب فاتحہ کے بعد

والی قراءت کرے تب تم خاموشی سے سنو، فاتحہ کی قراءت کے وقت سننے اور خاموش رہنے کا حکم نہیں۔
فی الوقت ہم اس کے جواب میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''فان قوله واذا قرئ القرآن يتناولها ولا يتناول غيرها اظهر لفظاو معنا.

[فتاویٰ:۲/۴۳۱]

یعنی **واذا قرئ القرآن** کی آیت جس طرح اپنی لفظی اور معنوی حیثیت سے سورہ فاتحہ کو شامل ہے اس طرح وہ قرآن کی کسی دوسری سورت کو شامل نہیں ہے۔

اس تحقیق سے یہ امر بالکل واشگاف اور ہویدا ہو جاتا ہے کہ **واذا قرئ القرآن** کا صحیح، اصلی اور بالذات مصداق صرف سورۂ فاتحہ ہے۔ لہٰذا یہ حکم سورہ فاتحہ پر خصوصاً اور دیگر سورتوں پر عموماً حاوی ہے۔ اور اس لحاظ سے مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا ترک کرنا اصل ہوگا اور باقی سورتوں کو ترک کرنا اس کی فروع۔ [احسن الکلام:۱۲۰]

احادیثِ نبویہ سے ثبوت

دوسری دلیل:

بخاری میں سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث ہے:

انه انتهى الى النبى صلى الله عليه وسلم وهو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فقال زادك الله حرصا ولا تعد. [صحیح بخاری:۱/۱۰۸]

وہ مسجد میں داخل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ (تکبیر تحریمہ ادا کر کے) رکوع میں چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

ظاہر ہے کہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھے رکوع میں شامل ہو گئے تھے پھر بھی ان کی اس رکعت کو اور ان کی اس نماز کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل اور صحیح سمجھا۔

شیخ ابن باز (سعودی عرب) کا فتویٰ ہے:

''جو امام کو حالتِ رکوع میں پائے تو وہ امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے گا، اور صحیح قول کے مطابق اس کی رکعت ہو جائے گی، اکثر اہلِ علم کا یہی قول ہے، ابوبکرہ ثقفی کی حدیث کی وجہ سے۔''

[فتاویٰ ابن باز:۱/۱۲۵، بحوالہ چھپے راز:۶۴]

سعودیہ کے قاضی القضاۃ اور مجمع فقہی کے رئیس شیخ عبداللہ بن حمید فرماتے ہیں:

’’جس نے امام کے ساتھ رکوع کو پالیا اس کو وہ رکعت مل گئی چاہے اس نے فاتحہ نہیں پڑھی۔ حضرت ابوبکرۃ کی حدیث کی وجہ سے۔‘‘[فتاویٰ الشیخ عبداللہ بن حمید:۱۱۷/بحوالہ چھپے راز:۶۵]

شیخ البانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’جس رکعت کا رکوع پالیا ہو تو ظاہر بات ہے کہ وہ اس نہی میں شامل نہیں کیونکہ اگر اس رکعت کو شمار کرنے سے روکا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نماز لوٹانے کا حکم دیتے چونکہ ایک رکعت کی کمی کی وجہ سے وہ نماز ناقص ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا تو ثابت ہوا کہ وہ نماز صحیح ہے اور جس رکعت کا رکوع پالیا ہو اس کو شمار کرنے سے روکا نہیں گیا۔‘‘[سلسلہ صحیحہ:۱/۴۰۴]

البانی صاحب ’’**ولا تعد**‘‘ کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’خلاصہ یہ ہے کہ یہ نہی رکعت شمار کرنے کو شامل نہیں۔‘‘[سلسلہ صحیحہ:۱/۴۰۸/بحوالہ چھپے راز:۶۲]

مولوی ولی محمد کوٹ کپوری غیر مقلد مولوی سعید خانیوالوی کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

’’جب آپ مولانا شرف الدین صاحب سے بخاری شریف پڑھا کرتے تھے تو اس وقت حدیث ابوبکرہ والی آئی تھی جبکہ صحابی رسول رکوع میں شامل ہوئے تھے تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا...**زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا** اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے بھلا بتایئے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو دوبارہ رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا؟ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سکوت فرما گئے جو کہ جواز پر دال ہے یا پھر آپ بخاری شریف میں وہ لفظ دکھائیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ دوبارہ رکعت پڑھیں اور وہ بخاری شریف کے کون سے صفحہ پر مرقوم ہے؟ یہ یاد رہے غلطی پر نبی ہرگز سکوت نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ یہ تو پکے مسلمان کی شان کے بھی خلاف ہے؟‘‘

[صحیفہ اہل حدیث،۱۶/ربیع الاول ۱۳۸۹ھ،صفحہ:۱۶/بحوالہ تجلیات انور:۱/۳۴۸]

غیر مقلدین کے مشہور و معروف ’’فتاویٰ ستاریہ‘‘ میں ہے:

’’**عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّہٗ انْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلٰی الصَّفِ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تُعِدْ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.**‘‘ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ایک دن دوڑ کر رکوع کرتے ہوئے صف میں جا ملے بعد سلام آپ نے فرمایا اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے اور مت لوٹا تو[یعنی نماز کو] اول یہ امر قابل غور ہے کہ اگر صحابہ کرام مدرک رکعت نہ جانتے تو پھر دوڑنے کی کیا ضرورت تھی جس سے صریحاً ثابت ہو رہا ہے کہ وہ رکعت کے صحیح ہونے کے قائل تھے چنانچہ اس بات پہ یہ امر اور بھی کافی دلیل ہے کہ ابوبکرہؓ بعد سلام اس رکعت کے اعادہ کو نہیں

کھڑے ہوئے پھر حالت جلسہ یا قومہ یا سجدہ میں کبھی کسی صحابی کا اس طرح کوشش سے داخل ہونا ثابت نہیں کہ جس طرح حالت رکوع میں دوڑ کر داخل ہونا ثابت ہے۔ بعدازاں آپ کا فرمان **ولا تعد بضم المثنا ـة الفوقية من الاعادة ای زادک الله حرصاعلی طلب الخير ولَا تُعِدصلوتک فانها صحيحة** ''یعنی **لا تعد** اعادہ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔''

[بلفظہ فتاویٰ ستاریہ:۱/۵۴،مکتبہ سعودیہ کراچی]

تنبیہ: قوسین کے درمیان ''یعنی نماز کو'' کے الفاظ بھی فتاویٰ ستاریہ ہی کے ہیں۔

مولانا ابوالاشبال شاغف غیر مقلد، حدیث ابی بکرہ (رضی اللہ عنہ) پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان (سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ) کو رکعت لوٹانے کا حکم تو نہیں دیا گیا لیکن آئندہ ایسا کرنے سے منع کیا گیا۔'' [مقالات شاغف:۳۵۶]

تیسری دلیل:

صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

واذا قرأ فانصتوا، جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ [مسلم:۱/۱۷۴]

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس حدیث کی صحت پر ایک مفصل مضمون لکھا جو سینتیس (۳۷) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اس حدیث کو ضعیف قرار دینے والوں کو جواب بھی دیا ہے۔ یہ مضمون اُن کی کتاب علمی مقالات جلد دوم میں ''صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت'' عنوان سے شائع ہے۔

علی زئی صاحب اس مضمون میں لکھتے ہیں:

''خلاصۂ تحقیق یہ ہے کہ امام سلیمان بن طرخان التیمی رحمہ اللہ (تابعی) کی بیان کردہ حدیث ((**واذا قرأ فانصتوا**)) متابعات اور شواہد کے بغیر بھی جمہور کے نزدیک صحیح ہے اور متابعات وشاہد نے تو اسے اور زیادہ صحیح کر کے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے، معلوم ہوا کہ قرائن بھی صحیح مسلم کی حدیث کے صحیح ہونے کے ہی مؤید ہیں۔ والحمد للہ'' [علمی مقالات:۲/۲۴۳]

علی زئی صاحب نے اس حدیث کی صحت پر تیس محدثین اور علماء کے اسماء گرامی تحریر کئے ہیں۔ دیکھئے علمی مقالات:۲/۲۲۹ تا ۲۳۸

غیر مقلدین کے ہاں ''امام المحدثین'' کا لقب پانے والے شیخ البانی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے امام کا تعین اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔''

[صفۃ صلوۃ النبی کا اردو ترجمہ نمازِ نبوی:۹۲]

شیخ البانی نے نہ صرف حدیثِ مسلم سے استدلال کیا ہے بلکہ اسے بنیاد بنا کر امام کے پیچھے قراءت کرنے کو منسوخ کہا ہے۔

چنانچہ صفۃ صلوۃ النبی کے مترجم مولانا محمد صادق خلیل غیر مقلد لکھتے ہیں:

'' شیخ البانی نے نسخ قرآۃ پر **اذا قرأ فانصتوا**...سے بھی استدلال کیا ہے۔'' [حاشیہ نمازِ نبوی:۹۱]

اعتراض:

اس حدیث میں جس قراءۃ کو سننے کا حکم ہے وہ فاتحہ کے بعد والی ہے۔

جواب:

اس اعتراض کے جوابات میں سے ایک جواب یہ ہے کہ فریقِ مخالف کے چیدہ علماء نے اعتراف کیا ہے کہ جب مطلق قراءت کا ذِکر ہو تو اس میں فاتحہ یقیناً شامل ہوتی ہے۔

چنانچہ مولانا محمد گوندلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

'' اگرچہ ان آثار میں فاتحہ کا ذکر نہیں بلکہ مطلق قرآت کا ذکر ہے۔ اور قرآت فاتحہ ہی سے شروع ہوتی ہے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔'' [خیر الکلام:۲۴۲]

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب غیر مقلد ایک مقام پر لکھتے ہیں:

'' جب قراءۃ مطلق ہے تو فاتحہ اولاً اس میں شامل ہے۔'' [توضیح الکلام:۵۰۱/طبع جدید]

نیز شیخ البانی غیر مقلد نے اسی حدیث کو مدار بنا کر مقتدی کے فاتحہ پڑھنے کو منسوخ کہا ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس حدیث میں فاتحہ کی قراءت یقیناً مراد ہے۔

چوتھی دلیل:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلوة جهر فيها بالقراء ة فقال هل قرأ معي منكم احد آنفا فقال رجل نعم انا يارسول الله قال فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني اقول مالي انازع القرآن فانتهى الناس عن القراء ة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقراء ة حين سمعوا

ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[مؤطاامام مالک:۲۹]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے؟ ایک شخص بولا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! میں نے قراءت کی ہے۔ آپ نے ارشادفرمایا جب بھی تو میں (بھی دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قراءت میں منازعت اور ہاتھاپائی کیوں ہورہی ہے؟ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قراءت کیا کرتے تھے۔لوگوں نے آپ کے پیچھے قراءت ترک کردی تھی۔

یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے۔[سنن الکبریٰ:۲/۱۵۷،ابوداؤد:۱/۱۲۰]

شیخ البانی غیرمقلد نے مذکورہ بالا حدیث سے نہ صرف استدلال کیا بلکہ اس کی وجہ سے امام کے پیچھے قراءت کوممنوع قراردیا۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نمازوں میں ہرقسم کی قراءت سے منع فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ نے جہری قراءت کی تھی۔ایک روایت میں ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں سے استفسار کیا تم میں سے کون انسان میرے پیچھے پڑھتا رہا ہے۔ ایک نمازی نے جواب دیا جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھتا ہوں اس پرآپ نے فرمایا میں بھی سوچتارہا کہ کیا وجہ ہے کہ مجھ سے قرآن جھگڑتا ہے(قرآن پڑھانہیں جارہاہے)ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعدلوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں قراءت سے رک گئے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہری قراءت فرماتے''[صفۃ صلوۃ النبی کا اردوترجمہ نمازنبوی:۹۲]

تنبیہ: البانی صاحب کی اس عبارت میں تصریح ہے کہ ''لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں قراءت سے رک گئے'' سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا ہی فرمان ہے۔

پانچویں دلیل:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من کان لہ امام فقراء ۃ الامام لہ قراء ۃ ۔(مسنداحمد بن منیع)

جس نے امام کی اقتدا کی تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔

شیخ البانی غیرمقلد اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک دوسری حدیث میں مقتدی کے سننے کوکافی قراردیتے ہوئے فرمایا کہ قرآت کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے امام کے پیچھے نماز ادا کرنے میں امام کی قراءت مقتدی کی

قرآت ہے۔''[صفۃ صلوۃ النبی کا اردو ترجمہ نمازِ نبوی:۹۲]

بلکہ شیخ البانی نے اس حدیث کو ان دلائل میں شامل کیا ہے جن کی وجہ سے انہوں نے مقتدی کے لیے قراءت کو منسوخ قرار دیا ہے۔

چنانچہ مولانا محمد صادق خلیل غیر مقلد لکھتے ہیں:

''شیخ البانی نے نسخ قرآۃ پر 'اذا قرأ فانصتوا' اور 'من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة' سے بھی استدلال کیا ہے۔''[حاشیہ نمازِ نبوی:۹۱]

صحابہ کرام کے آثار

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا فرمان:

وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، فرماتے تھے:

من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام. جس نے ایسی رکعت پڑھی جس میں اس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے گویا وہ پڑھی ہی نہیں مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ [ترمذی:۱/۲۶۱]

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب غیر مقلد نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو نقل کر کے لکھا:

''یہ اثر سنداً صحیح ہے۔''[توضیح الکلام:۹۹۵]

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے نہ پڑھے خواہ نماز جہری ہو یا سری۔ یہ قولِ جابر بن عبداللہ کا مؤید ہے ابوحنیفہ کے مذہب کو۔''[مؤطا مالک مترجم:۷۱]

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

''درحدیث **جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم** آمدہ کہ فرمودہ **من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام رواه الطحاوی فی معانی الاثار بسند متصل مرفوع ورواه الترمذی موقوفا وقال حسن صحیح.**''[هداية السائل:۲۰۴]

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حضرت جابر کی حدیث میں آیا، آپؐ نے فرمایا جس نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں ام القرآن (فاتحہ) نہ پڑھی تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی ہاں امام کے پیچھے ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ اسے طحاوی نے معانی الاثار میں بسند متصل مرفوعا روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے موقوفا روایت کیا ہے اور کہا حسن صحیح ہے۔

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فرمان کے متعلق لکھا:

''اس قول سے معلوم ہوا کہ امام ہو یا منفرد ہر رکعت میں اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ رکعت نہیں ہوتی...صرف مقتدی کی نماز (ادراکِ رکوع کی حالت میں) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہو جاتی ہے۔'' [مسئلہ فاتحہ خلف الامام:۱۳۷]

علی زئی صاحب نے قوسین میں اپنی طرف سے ''ادراکِ رکوع کی حالت میں'' لکھا مگر یہ نہیں سوچا کہ اس کھینچا تانی کے باوجود سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا فرمان غیر مقلدین کے خلاف ہے کیونکہ ان کی اکثریت رکوع پا لینے سے رکعت کا پانا نہیں مانتی۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کا فرمان:

حضرت ابووائل ؒ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت کیا کہ میں امام کے پیچھے قراءت کرسکتا ہوں تو انہوں نے فرمایا:

'' **ان فی الصلوۃ شغلاً سیکفیک قراء ۃ الامام.** کہ نماز میں شغل ہے، تمہیں امام کی قراءت کافی ہے۔[ابن ابی شیبہ:۱/۶/۲۷۶، طحاوی:۱/۱۲۹، موطا:۹۸، بیہقی:۱۶۰، عبدالرزاق، رقم:۲۸۰۳، المعجم الکبیر:۹/۳۰۳، رقم:۹۳۱۱]

مولانا ارشادالحق اثری صاحب غیر مقلد نے مذکورہ اثر نقل کر کے لکھا:

''یہ اثر بھی صحیح ہے۔'' [توضیح الکلام:۹۹۷]

اثری صاحب آگے لکھتے ہیں:

''حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت ان الفاظ سے بھی مروی ہے کہ **انصت للقرآن ان فی الصلوۃ شغلا وسیکفیک ذلک الامام** ۔قرآن کی قراءت کے وقت خاموش رہو کیونکہ نماز میں شغل ہے یعنی امام قراءت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قراءت ہی کافی ہے۔ یہ روایت بھی سنداً حسن صحیح ہے۔'' [توضیح الکلام:۹۹۸]

مولانا محمد گوندلوی صاحب غیر مقلد نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے متعلق لکھا:

''صحیح ہے۔'' [خیر الکلام:۳۷۷]

مولانا داؤد ارشد صاحب غیر مقلد نے سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے اسی اثر کے بارے میں لکھا:

''یہ اثر سنداً صحیح ہے۔'' [حدیث اور اہلِ تقلید:۱/۵۹۱]

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد بھی تسلیم کرتے ہیں کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے ساتھ

قراءت کرنے سے منع فرماتے ہیں جیسا کہ آگے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اثر کے تحت آرہا ہے ان شاءاللہ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان:

امام مالک رحمہ اللہ، سیدنا نافع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

''**ان عبد اللہ بن عمر کان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراء ة الامام واذا صلى وحده فليقرأ وكان ابن عمر لا يقرأ خلف الامام**۔ [مؤطا مالک:۲۹، دارقطنی:۱/۱۵۴]

حضرت عبداللہ بن عمر سے جب پوچھا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قراءت کرسکتا ہے؟ تو وہ فرماتے جب کوئی شخص امام کے پیچھے ہو تو اسے امام کی قراءت کافی ہے اور جب کوئی اکیلے نماز پڑھے تو وہ قراءت کرے اور ابن عمر امام کی اقتدا میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

علامہ وحیدالزمان غیر مقلد نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی تشریح میں لکھا:

''یہ اثر بظاہر مؤید ہے ابوحنیفہؒ کے مذہب کو یعنی جب امام کے پیچھے ہو سری نماز میں یا جہری نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔'' [مؤطا مالک مترجم:۷۳]

مولانا محمد گوندلوی غیر مقلد اِس اثر کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ اثر صحیح ہے۔'' [خیر الکلام:۳۷۶]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فرمان:

عن عطاء بن يسار انه اخبره انه سال زيد بن ثابت عن القراء ة مع الامام فقال لا قراء ة مع الامام فى شئ. [مسلم:۱/۲۱۵، نسائی:۱/۱۱۱]

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے زید بن ثابت سے امام کے ساتھ قراءت کرنے کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے جواب دیا: امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قراءت نہیں۔

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

''وزید بن ثابت گفتہ **لا قراءة مع الامام شئ رواه مسلم وعن جابر بمعناه وهو قول علي وابن مسعود وكثير من الصحابة**۔[هداية المسائل :۱۹۳]

یعنی زید بن ثابت نے کہا امام کے ساتھ کوئی قراءت نہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا اور اسی طرح کی بات جابر سے مروی ہے اور یہی علی، ابنِ مسعود اور صحابہ کی کثیر تعداد سے روایت کیا گیا ہے۔

شیخ البانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’نعم اخرج البیھقی بسند صحیح عن عطاء بن یسار انه سأل زید بن ثابت عن القراء ة مع الامام فقال لا اقرأ مع الامام شئ وقال اخرجه مسلم ۔‘‘

[سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعہ:۱۲۴/۲،بحوالہ توضیح الکلام پر ایک نظر:۸۰]

ترجمہ: بیہقی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت سے سوال کیا گیا امام کے ساتھ قراءۃ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں امام کے ساتھ کسی نماز میں نہیں پڑھتا۔ بیہقی نے کہا کہ اثر کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

بعضوں نے یہاں تاویل کی کہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ امام کی اقتداء میں جہری قراءت نہیں کرنی چاہیے۔ البانی صاحب نے اس تاویل کو باطل قرار دیتے ہوئے لکھا:

ترجمہ: ’’میں کہتا ہوں کہ یہ حمل (تاویل) بہت بعید ہے اور ایسا حمل مذہب کے ساتھ موافقت کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ ورنہ اس باطل تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ کیا اس زمانہ میں کوئی شخص تھا جو امام کے پیچھے جہری قراءۃ کا قائل ہو حتی کہ حضرت زید اس کے مذہب کے باطل کرنے پر مجبور ہوئے ہوں۔ یقیناً ایسی بات نہ تھی لیکن مذہبی تعصب نے اس تاویل پر اُبھارا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب سے بچائے۔‘‘

[سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعہ:۱۲۴/۲،بحوالہ توضیح الکلام پر ایک نظر:۸۰]

خلاصہ کلام:

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہے کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کرنا قرآن کریم، احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

تنبیہ: بہت سے غیر مقلد علماء نے بھی اعتراف کیا ہے کہ امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرنے والے کی نماز ہو جاتی ہے۔ ان کی ایسی عبارات کو ہم الگ سے مستقل مضمون میں جمع کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

وفیات

......

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔[ادارہ]

مولانا طلحہ السیف، بہاول پور

تُرک الیکشن

ترکی کے انتخابات کا بہت غلغلہ تھا جو اختتام کو پہنچا اور الحمد للہ اہل ایمان کی اُمنگوں کے مطابق پہنچا۔ صدر رجب طیب اردگان بھی اپنے عہدۂ صدارت کا انتخاب جیت گئے اور ان کی پارٹی نے بھی پارلیمان میں میدان مار لیا۔ دیکھا جائے تو یہ انتخاب محض رجب طیب اور ان کے مخالف امیدواروں کے درمیان نہیں تھا بلکہ یہ اس بدفطرت اور بدطینت یورپ کا اسلام پسندی سے مقابلہ تھا، جس کا بظاہر تو یہی دعویٰ ہے کہ وہ جمہوریت کو مذہب سے بھی مقدس جانتے ہیں، عوامی رائے کی قدر ان کے ہاں نعوذ باللہ شرائعِ الٰہی سے بھی بڑھ کر ہے اور وہ دنیا بھر میں یہی نظام چاہتے ہیں جس میں عوام کے حق نمائندگی کو تسلیم کیا جائے، وہ دنیا کے دیگر ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے بھی انکاری رہتے ہیں لیکن انہوں نے ترکی کے حالیہ انتخابات کے دوران کھل کر اردگان کی مخالف قوتوں کو سپورٹ کیا، اپنے میڈیا کے ذریعے حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا، کئی نامور چینل اس پورے عرصے کے دوران اردگان کی کردار کشی کے لیے وقف رہے اور انہوں نے ہر طرح سے تُرک عوام کی اکثریت کی رائے پر اثر انداز ہونے کی بھرپور کوشش کی۔ ان انتخابات سے پہلے ہونے والی ایک ناکام فوجی بغاوت کے پیچھے بھی مغرب کی یہی ذہنیت کارفرما تھی اور انہوں نے اپنے ظاہری دعووں کے برعکس منتخب عوامی حکومت پر شب خون مارنے کی ایک کوشش کی تھی جسے عوام کی قوت نے ہی باہر نکل کر ناکام بنا دیا تھا۔ اس رسوائی سے بوکھلائے ہوئے یورپ نے اب سیاسی انداز میں بھرپور کوشش کر کے دیکھ لی مگر یہ بھی ناکام رہی۔

تُرک عوام کی اپنے لیڈر کے ساتھ والہانہ وابستگی اپنی جگہ۔ یہاں منظر یہ تھا کہ دنیا بھر میں بسنے والے ان مسلمانوں کی اکثریت اردگان کے لیے دعا گو اور ان کی کامیابی کی متمنی تھی جو دین اور اُمت کے حوالے سے دردمندانہ سوچ رکھتے ہیں یا وہ خود کسی سطح پر عالمی استعمار کے ہاتھوں مظلومیت کا شکار ہیں۔

ترک لیڈر پچھلے کچھ عرصے میں عالَم اِسلام کے اس واحد حکمران کے روپ میں سامنے آئے جس نے اُمت مسلمہ کے سلگتے مسائل پر دیگر حکمرانوں کی نسبت ایک اچھا اور حق کے قریب موقف اختیار کیا۔ انہوں نے بعض مواقع پر عالمی سطح کے ان فورمز پر اُمت کے حوالے سے بلند آہنگی سے گفتگو کی جہاں دیگر حکمران صرف اپنے ذاتی یا ملکی مسائل سے آگے نہیں بڑھتے۔ شامی مظلوم عوام کی مدد کے لیے اپنے ملک کی

سرزمین کا کھول دینا، ملکی وسائل کا ایک بیش قدر حصہ ان کی بحالی پر خرچ کرنا، انہیں باعزت باوقار پناہ فراہم کرنا اور ان کی فلاح کے لیے ہر ممکن ذریعہ بروئے کار لانا تو ان کا ایسا کارنامہ ہے جس نے ہر مسلمان کے دل میں بہر حال ان کے لیے ایک قدر و منزلت پیدا کر دی ہے۔ مسئلہ فلسطین پر کھل کر بات کرنے والے بھی وہ واحد حکمران رہ گئے ہیں کیونکہ عرب لیڈران نے بھی اس معاملے پر عمومی پسپائی کی روش اپنا رکھی ہے۔ اسی طرح برما میں روہنگیا مسلمانوں پر ہونے والے تاریخ کے بدترین ظلم و ستم کے ہنگاموں میں بھی انہوں نے ہی سب سے نمایاں کردار ادا کیا اور جس قدر ممکن ہو سکا ان مسلمانوں کی راحت رسانی کا بندوبست کیا اور برما کی ظالم حکومت سے عملی احتجاج بھی کیا۔ ان تمام عوامل کی وجہ سے انہیں دنیا بھر کے مسلمانوں میں مقبولیت حاصل ہوئی اور عالم کفران سے خائف و نالاں ہوا۔

اسی طرح ترکی کی بدترین سطح تک گر چکی معیشت کو بغیر کسی عالمی طاقت اور مالیاتی ادارے کی مدد کے ایک باعزت مقام تک لانا، ترکی میں شعائرِ اسلام کے حوالے سے ایک صدی کے لگ بھگ عرصے سے جاری جبر و استبداد کی پالیسی کو تدریجاً ختم کرنا، سیکولرازم کی نحوست میں سرتاسر ڈوبے ملک اور معاشرے میں ایک واضح قوت کے ساتھ اسلامی شعائر، اعمال اور تعلیم کو فروغ دینا اور ہر معاملے میں یورپ کے دست نگر ملک کو عالمی سطح پر ایک متوازی قوت کے مقام پر لا کھڑا کرنا ان کے ایسے کارنامے ہیں جن کا اعتراف ان کے دوست دشمن سب کرتے ہیں اور انہی باتوں نے انہیں تُرک قوم میں ہردلعزیز رہنما بنا دیا ہے۔

ہمارے کچھ لوگ ان کے بارے میں اِفراط کا شکار ہیں اور بہت سے لوگ تفریط کا۔ اِفراط زدگان نے انہیں امیر المومنین، خلافتِ عثمانیہ کا علمبردار، مجاہدِ اسلام اور نہ جانے کیا کچھ بنا رکھا ہے اور ان کے کارناموں کو اصل سے بہت بڑھا کر یوں اپنی قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ گویا اردگان نے ایک مکمل اسلامی معیاری (آئیڈیل) معاشرہ قائم کر دیا ہے اور ترکی کی یوں تصویر کشی کرتے ہیں کہ گویا وہ ایک مکمل اسلامی فلاحی ریاست کا روپ دھار چکا ہے۔ اس کے برخلاف جب لوگ میڈیا پر ترکی کے معاشرے کی اصل تصویر کو دیکھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیسا اسلامی معاشرہ ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اس حوالے سے جتنا کام اردگان کر چکے ہیں اس سے بہت زیادہ ابھی باقی ہے۔ ترکی کے اسرائیل کے ساتھ تجارتی تعلقات اور عسکری معاہدے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہیں۔ ترکی میں ابھی تک سیکولرازم کی نشانی کے طور پر زنا، شراب نوشی، ہم جنس پرستی وغیرہ جیسے قبیح جرائم کو مکمل قانونی تحفظ حاصل ہے، حالانکہ ایک اسلامی ریاست کے اولین فرائض میں ان جرائم کی بیخ کنی کرنا ہے اور ان جرائم کا کسی بھی معاشرے میں قانونی وجود اسے اسلامی معاشرے کی شناخت سے محروم کر دیتا ہے۔ اب جو لوگ ان سب چیزوں کے باوجود اسے ایک آئیڈیل معاشرے کے طور پر اُمت کے سامنے پیش کر رہے ہیں انہیں خود

سوچنا ہوگا کہ ان کا یہ عمل کس حد تک درست ہے۔ اسی طرح اس نظام کی زیادہ مدح سرائی مسلمانوں کی جمہوریت پر یقین کو پختہ کرتی ہے جو بہر حال ایک اسلامی نظام حکومت نہیں ہے۔ عملی ونظریاتی خرابیوں سے بھرپور یہ نظام اگر کسی سطح پر بامرِ مجبوری قابل قبول ہے بھی تو صرف اسی صورت میں جب اس میں موجود ایسی قباحتوں کو ختم یا تبدیل کر لیا جائے جو اگر اصل شکل میں رائج ہوں تو ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ مسلمانوں کا اصل نظام حکومت اسلامی خلافت ہے اور عالم میں اصل اور پائیدار تبدیلیاں کبھی بھی جمہوریت یا ایسے کسی دیگر نظام کے ذریعے نہیں، جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے نافذ ہوتی ہیں۔ ترکی کی مثال سے اصل سبق یہی ہے کہ جہاد کے علاوہ کسی بھی طرح جو تبدیلی لائی جائے گی وہ ناقص ہوگی، ادھوری ہوگی کبھی بھی کامل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اہل افراط بس اسی حد تک مدح سرائی کریں جس حد تک تبدیلی ایک زمینی حقیقت کے طور پر واقع ہوئی ہے۔

اور اہل تفریط کا معاملہ یہ ہے کہ وہ یا تو جمہوریت کو ہی کفر قرار دے کر اس کے ذریعے آنے والی کسی بھی سطح کی خیر کو ماننے پر آمادہ نہیں ہوتے یا پھر وہ اعداد و شمار کے اس کھیل میں اُلجھے ہوئے ہیں کہ کتنے فی صد اسلامائزیشن ہوئی اور کتنے فی صد سیکولرازم باقی ہے۔ لہٰذا وہ ماحصل کو نظر انداز کر کے اب تک جو کچھ نہیں ہو سکا اس کی بناء پر اردوگان کو کوئی رعایت دینے پر آمادہ نہیں۔ ایسے حضرات اگر صرف ایک بات پر غور کریں تو شاید افاقہ ہو۔

دنیا میں گزشتہ بیس سال میں اسلامی ممالک کی اکثریت نے اسلام سے سیکولرازم کی طرف سفر کیا ہے۔ کئی کٹر اسلامی شناخت رکھنے والے ملک اور معاشرے ان دو عشروں میں کس قدر بدل گئے ہیں یہ جاننے کے لیے کسی راکٹ سائنس کی ضرورت نہیں معمولی عقل وفہم والے شخص کے لئے بھی یہ سب واضح ہے۔ ایسے میں دنیا میں کون سا واحد اسلامی ملک ہے جس نے یہ سفر اُلٹی جانب کیا ہے یعنی سیکولرازم سے اسلام کی طرف....؟......جواب واضح ہے کہ صرف ترکی....!!

کیا یہ ایک کارنامہ کم ہے کسی شخص یا معاشرے کی اچھائی کو واضح کرنے اور جانچنے کے لیے....؟

لہٰذا ہم تو دل سے یہی سمجھتے ہیں کہ ترک قوم، ترک معاشرہ اور ترک لیڈر اردوگان باوجود اپنی بہت سے کمزوریوں، کوتاہیوں اور بدعملیوں کے خراج تحسین کے بھی مستحق ہیں اور دعاء کے بھی۔

رجب طیب اردوگان کی فتح مبارک ہو۔ ہماری دعا اور تمنا ہے کہ وہ اپنے اس دور حکومت میں اسلام کی طرف سفر کی مزید منازل طے کریں اور امت مسلمہ کے اجتماعی مسائل پر مزید جرأت مندانہ موقف اختیار کریں اور ان مسائل کے عملی حل کی جانب قدم بڑھائیں۔ [القلم، شمارہ ۶۴۹]

☆......☆......☆......☆

مولانا سلیم اللہ چوہان، سندھ

مجلّہ صفدر......ایک تحقیقی اور اَفکارِ دیوبند کا ترجمان رسالہ

بخدمت جناب حضرت مولانا جمیل الرحمان عباسی، مدیر اعلیٰ: مجلّہ صفدر

و مولانا احسن خدامی، مدیر مسئول: مجلّہ صفدر......وبرادرم مولانا حمزہ احسانی، مدیر: مجلّہ صفدر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ جناب والا دینی رسالوں کی دنیا ماشاء اللہ وسیع تر ہے۔ان ہی دینی رسالوں کی دنیا میں مجلّہ صفدر بھی ایک اہم ترین تحقیقی و علمی اور اکابرین دیوبند کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان ہے، جو کہ مظہریہ دارالمطالعہ جنھان سومرو سندھ کے زیر اہتمام مسلسل پابندی سے شایع ہوتا رہتا ہے، اور بندہ کو پابندی سے پڑھنے کو ملتا رہتا ہے۔

اب تک الحمد للہ اس کے ۸۸/شمارے منظر عام پر آ چکے ہیں۔میرے سامنے مجلّہ صفدر کا تازہ شمارہ نمبر ۸۸/جون ۲۰۱۸ء بمطابق رمضان شوال ۱۴۳۹/ہجری ہے۔یہ شمارہ چھ علمی و تحقیقی مضامین پر مشتمل ہے۔

۱......’’جامعہ مظہریہ حسینیہ کا سالانہ جلسہ‘‘ اداریہ پیام صفدر کے تحت مولانا احسان الحق چاریاری نے بہترین انداز سے جامعہ مظہریہ حسینیہ کے سالانہ جلسے کی کارروائی تفصیلی انداز میں بیان کی ہے۔

۲......’’مودودی جماعت کی پانچ گمراہیاں‘‘ یہ دراصل حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم [صدر مدرس و شیخ الحدیث: دارالعلوم دیوبند] کا خطاب ہے، جسے مولانا احمد سعید پالن پوری نے نقل کر کے مضمون کی صورت میں افادہ عام کے لیے ترتیب دیا ہے۔اس مضمون میں مودودی جماعت کی جو بنیادی خرابیاں ہیں اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔یہ نہایت ہی عمدہ علمی و تحقیقی اسلوب پر مشتمل ہے۔

۳......’’محسنوں کی حق تلفی نہ کیجیے‘‘ کے عنوان کے تحت مولانا محمد ہارون نے نہایت ہی اچھے انداز میں اپنے استاذ محترم حضرت صوفی محمد سرور رحمہ اللہ کا ملفوظ جو کہ تصویر کی حرمت کے حوالے سے مدلل و تحقیقی ہے۔اس میں ان طلبہ کو تنبیہ ہو جاتی ہے، جو ہر وقت تصویر کھینچنے میں مشغول و محو نظر آتے ہیں۔

۴......’’الطاف الرحمان دیرینہ دوست اور خاموش استاذ‘‘ کے عنوان کے تحت مولانا ظفر اقبال کراچی والوں کا ہے، جو کہ مولانا الطاف الرحمان کی سوانح حیات وخدمات پر مشتمل ہے۔

۵......اس کے بعد مولانا مجیب الرحمٰن صاحب کا تحقیقی، علمی، جاندار و شاندار مضمون ''سورۃ الفیل اور امین احسن اصلاحی اور ان کے شاگرد غامدی کی من گھڑت تفسیر'' اس مضمون میں مولانا مجیب الرحمٰن نے امین احسن اصلاحی اور ان کے شاگرد غامدی کا علمی انداز میں تعاقب کر کے علماء دیوبند کی صحیح ترجمانی کی ہے، اور واضح کیا ہے کہ امین احسن اصلاحی اور ان کے شاگرد غامدی کا نظریہ تمام مفسرین متقدمین ومتاخرین سے ہٹ کر ہے، اور جمہور علماء کے موقف کے خلاف ہے۔

۶......اس کے بعد آخر میں مضمون مفتی رب نواز کا ہے، ''مسئلہ امکان نظیر اور آل غیر مقلدیت'' زبیر علی زئی کے تعاقب کے سلسلے میں بہترین علمی دلائل وبراہین سے مزین ومعطر ہے۔

خلاصہ: مجلّہ صفدر کے اکثر وبیشتر مضامین فرقہ باطلہ کے رد پر مشتمل ہوتے ہیں، جیسا کہ مجلّہ صفدر کے اوپر موٹے حروف میں رقم طراز ہوتا ہے ''اکابر بندیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان'' یہ دعویٰ سو فیصد حقیقت پر مبنی ہے۔

احقر راقم الحروف اپنے تمام دیوبندی مکتب فکر سے التماس کرتا ہے کہ مجلّہ صفدر کو اپنے مطالعہ میں ضرور رکھیں، خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیں۔

مجلّہ کے عام شماروں کے علاوہ اس کے خاص شمارے بھی شائع ہوئے ہیں، جو کہ وہ بھی اپنی جگہ ایک دینی کام کی تکمیل ہے۔

والسلام......خاکپائے حضرت سندھیؒ [امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ]

ابومحمد چوہان سلیم اللہ سندھی......فاضل جامعہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کولاب جیئل ضلع خیرپور

ڈائریکٹر مولانا عبیداللہ سندھی اکیڈمی......خادم مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ گلشن حضرت سندھیؒ......راجو گوٹھ، تحصیل لکھی غلام شاہ، ضلع شکارپور

۸/شوال المکرّم ۱۴۳۹ ہجری......۲۴/۶/۲۰۱۸ء

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی

جاوید احمد غامدی کے نظریات قرآن وسنت کے خلاف ہیں

واضح رہے کہ اسلام وہ آخری پیغام حیات ہے جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے قانون ہدایت ہے۔اور قرآن وحدیث اسلام کا بنیادی سرمایہ ہیں۔قرآن وحدیث اور اس کے اصول وقوانین ہم تک صحابہ کرام، تابعین، ائمہ مجتہدین اور ائمہ محدثین کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔

ان حضرات میں اللہ پاک نے تقویٰ، خشیت الٰہی، علوم دینیہ میں مہارت کے ایسے کمالات جمع کیے تھے کہ موجودہ نسل اس کا ادراک بھی نہیں کرسکتی۔اور سب بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضرات عہد نبوت سے قریب تر ہونے میں اور اپنی آنکھوں سے آثار نبوت کا مشاہدہ کرنے میں اور ایسے ماحول میں جو دین کی معرفت کا کامل معیار ہے، زندگی بسر کرنے میں بعد والوں کی نسبت ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

دین اسلام پر عمل کرنے میں اگر ان پر اعتماد نہ کیا جائے اور قرآن وحدیث ہم تک پہنچنے کا جو ذریعہ ہیں، ان کے بارے میں دِل صاف نہ رکھا جائے تو یہ بات گمراہی تک لے جائے گی۔

جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے نزدیک کسی بھی آیت یا حدیث کی ایسی تفسیر وتشریح کرنا جو آج سے پہلے کسی نے نہ کی ہو، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔حالانکہ اکابرین اور سلف صالحین کی تفاسیر اور تشریحات پر اعتماد نہ کرنا صریح گمراہی ہے۔اس لیے کہ دین کامل کا مکمل اور صحیح نقشہ ان ہی حضرات کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔اور ان ہی ہاتھوں قرآن وحدیث ہم تک پہنچے ہیں۔

جاوید احمد غامدی صاحب کے اکثر نظریات قرآن وسنت سے متصادم ہیں، مثلا: شادی شدہ زانی کے رجم کا انکار کرنا، فطرت کو ماخذ قانون سمجھنا، سنت کی من مانی تعریف کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ رکھنا، حضرت مہدی علیہ الرضوان کی آمد کا انکار کرنا یہ عقائد قادیانیوں سے یا منکرین حدیث پرویزی فرقے سے ملتے ہیں اور قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔

لہٰذا جاوید احمد غامدی صاحب اور ان کے متبعین کی باتوں سے اور ان کے پروگرام وغیرہ سننے سے اجتناب کیا جائے۔فقط واللہ اعلم کتبہ محمد اویس......۱۴۳۱/۵/۲۳ھ ۲۰۱۰/۵/۸ء

المتخصص فی الفقہ الاسلامی......جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

الجواب صحیح شعیب عالم......**الجواب صحیح** محمد عبدالمجید دین پوری